قادیان دار الامان کے کارخانہ انوار احمدیہ سے ہر انگریزی مہینے کی ۷-۱۴-۲۱-۲۸ تاریخ کو شائع ہوتا ہے

مطبع انوار احمدیہ پریس قادیان میں باہتمام شیخ یعقوب علی تراب احمدی ایڈیٹر پرنٹر و پبلشر چھپ کر شائع ہوا

رکھا ہے۔ خاص روز قیامت مراد نہیں لیا اور یہ رویہ وہ اپنے قرآن خیالی
کی اپنی تصریح اور قواعد نحو کے رو سے غلط ہے۔

اقول۔ سیالکوٹی نے حضرت خلیفۃ المسیح رضی کے ترجمہ پر جو اعتراض کیا ہے
وہ ایسا لغو اور قرآن مجید کی ہتک کرنے والا ہے کہ ایک مسلمان بھی مسلمان
تو کوئی کہلانے والے کے منہ سے نہیں نکلنا چاہیئے۔ قرآن مجید اپنے اندر یہ بات
مستقل رکھتا ہے وہ کسی خاص وقت اور قوم کا دستور العمل نہیں اور نہ اس
کی آیات مختص الزمان ہیں۔ اس زمانہ میں بعض ایسے آزاد خیال لوگ بھی پیدا
ہو گئے ہیں۔ جو قرآن مجید کی بعض آیات کو نعوذ باللہ غیر ضروری کہتے ہیں
جیسے یہ لوگ قرآن مجید کی شان پاک میں گستاخی کرنے والے ہیں۔ وہ لوگ
بھی بڑے ہی بے ادب اور شوخ ہیں۔ جو اس کو حقائق مستقلہ نہیں کہتے
اور اس کے معانی کو محدود کر کے ایک بہتے ہوئے چشمہ کے بجائے ایک
چھوٹا سا جوہڑ بنانا چاہتے ہیں۔ حالانکہ قرآن مجید کو کتاب مبارک
کہا گیا ہے اور وہ ابد الآباد کے لئے اپنی تعلیمات اور ہدایات رکھتا ہے
حضرت خلیفۃ المسیح رضی مدظلہ العالی نے جو ترجمہ یوم الدین کا کیا ہے
وہ ایسا اعلیٰ اور دعویٰ از اعتراض اور بضرورت زمانہ کے موافق ہے کہ
ایک آریہ اور ریٹرلیسٹ بھی اس پر اعتراض نہیں کر سکتا۔ لیکن جب سیالکوٹی
کے مفہوم کے موافق مالک یوم الدین کے معنے

خاص دن قیامت کا مالک

ہوں تو صاف ظاہر ہے کہ اس سے نہ صرف ترجمہ کی خوبی اور کمال ہی
دور ہو جاتا ہے۔ بلکہ اللہ تعالیٰ کی صفات پر ایسی خطرناک زد پڑتی
ہے کہ قرآن مجید کی عظمت اور وقعت پر بھی اس سے دھبہ لگتا ہے۔

صفات الٰہی کا مسئلہ ہی عظیم الشان مسئلہ ہے۔ جس پر برخلاف
دوسری تمام کتابوں کے قرآن مجید نے ایسی روشنی ڈالی ہے کہ آئندہ کبھی
اس پر کوئی اعتراض وارد ہو ہی نہیں سکتا۔ مگر ہمارے **سیالکوٹی بزرگ**
چاہتے ہیں کہ قرآن مجید کے اس یگانہ ناز کو دور کر دیں۔

اول تو قابل غور یہ امر ہے کہ حضرت خلیفۃ المسیح مدظلہ العالی کے ترجمہ
میں یہ کہاں انکار ہے کہ اللہ تعالیٰ **قیامت** کا مالک نہیں۔ بلکہ ایسے کھلے
طور پر آپ نے بتایا ہے کہ ایک موٹی عقل کا آدمی بھی صفائی کے ساتھ سمجھ سکتا
ہے۔ جیسا کہ فرمایا۔

"دنیا میں بھی جزا سزا ہوتی ہے پھر حشر میں پھر اور پھر پھر جنت و
نار میں اور ان سب مقاموں اور وقتوں کا اللہ ہی مالک ہے۔"

اس میں کہاں **قیامت** کا انکار ہے؟ اور اگر صرف ایک خاص وقت میں ہی جزا
و سزا ہوتی ہے۔ باقی دوسرے اوقات میں نہیں جیسا کہ سیالکوٹی
کا مذہب معلوم ہوتا ہے۔ تو یہ قرآن مجید کے صریح خلاف ہے اور واقعات
کے بالکل متضاد اور مخالف کہ ایک اندھا بھی اسے محسوس کر سکتا ہے مگر
نہیں سمجھ سکتا ہے تو **سیالکوٹی مولوی**۔

دنیا میں اگر جزا و سزا کا سلسلہ نہیں تو یہ ایسا بدیہی جھوٹ ہے کہ
وہ شخص جس کو مذہب سے کوئی بھی علاقہ ہو اس کو تسلیم نہیں کریگا اور
مجھے تعجب ہے کہ سیالکوٹی اہلحدیث کہلا کر اہلحدیث اخبار میں ایسا لغو عقیدہ
ظاہر کرتا ہے۔

میں اس سے اور اس کے دوسرے بزرگ اہل حدیث سے پوچھتا ہوں کہ محدثین
جو تسلیم کرتے ہیں کہ چور کے ہاتھ کاٹنے یا زانی کے رجم اور جلد وغیرہ سے
اس کا کفارہ ہو جاتا ہے۔ کیا یہ عقیدہ وہ اب چھوڑ بیٹھے ہیں؟ اور اگر
محدثین کا یہ مذہب درست ہے اور یقیناً درست ہے تو پھر اس نادان
نے یہ کہاں سے نکال لیا؟

مجھے تعجب ہے کہ اگر سیالکوٹی کا مذہب صحیح قرار دیا جاوے تو
قرآن مجید کا اور احادیث کا بھی بہت بڑا حصہ جو حدود شرعی اور تعزیرات
کے متعلق ہے۔ ترک کرنا پڑیگا اور گویا یہ کہنا پڑیگا کہ نعوذ باللہ نبی کریم
صلی اللہ علیہ وسلم اور خود اللہ تعالیٰ نے ایک لغو کام کیا۔ جو دنیا میں
حدود اور تعزیرات کو جاری رکھا نعوذ باللہ من ذالک۔

اور نہ صرف قرآن اور احادیث اور فقہ کا حصہ تعزیرات اور حدود باطل
ہوتا ہے بلکہ علوم صحیحہ اور تجربہ اور مشاہدہ صحیحہ کا بھی انکار کرنا پڑتا ہے
کیونکہ اگر دنیا میں جزا و سزا نہیں ہوتی تو پھر بتانا چاہیئے کہ امراض اور
قسم قسم کے دکھ کیوں آتے ہیں۔ آگ میں ہاتھ ڈالنے سے جل کیوں
جاتا ہے۔ پانی پیاس کیوں بجھا دیتا ہے۔ نادان سیالکوٹی کے
اعتقاد کے موافق

حقائق الاشیاء باطل ہیں

بحالیکہ وہ **اعمال** اور ان کی جزا کا مسئلہ عملی رنگ میں ظاہر کرتے
ہیں۔ سب سے بڑی بات جو جزائے اعمال کے متعلق سائنس کے
اصولوں پر ہم پیش کرتے ہیں اور ہم کیا قرآن مجید پیش کرتا ہے وہ یہی
تو ہے کہ ہم دنیا میں اس نظارہ کو دیکھتے ہیں اور یہی نظارہ اور طرز عمل
قیامت پر زبردست دلیل ہے اور قرآن مجید کی حقیت پر منجملہ دیگر دلائل
کے یہ دلیل گل سرسبد کی طرح ہے اور نہ صرف قیامت پر بلکہ خود اللہ تعالیٰ کی ہستی
پر بھی اسی دلیل کو پیش کیا گیا ہے۔

میں اس وقت قرآن مجید کی ان آیات کو پیش نہیں کرتا جہاں سے
میں نے اس اصل کو استنباط کیا ہے اگر سیالکوٹی اس اصول کی تکذیب
کریگا۔ تو انشاء اللہ العزیز اس کی قرآن دانی کے دعویٰ کی حقیقت کو
کھولنے کے لئے بتاؤنگا کہ حضرت خلیفۃ المسیح رضی کے درس سے ادنیٰ فیض یافتہ
لوگ بحمد اللہ اس سے بہتر **حقائق قرآن** جانتے ہیں۔

غرض دنیا میں ایک ایسا وسیع نظارہ ہے۔ جو **جزائے اعمال
فی الدنیا** کو روزمرہ دکھا رہا ہے۔ لیکن یہ **سیالکوٹی مولوی**
کو نظر نہیں آتا۔ سچ ہے۔

آنکھ کے اندھوں کو حائل ہو گئے سو سو حجاب
ورنہ قبلہ تھا ترا رخ کافر و دیندار کا

قرآن مجید کی تعلیم عامہ اور ہدایت مستقلہ پر نظر نہ رکھکر ترجمہ کرنے
والوں کی بدولت ہم یہ آج روز بروز دیکھ رہے ہیں کہ قرآن مجید کی
تعلیم پر بیہودہ سے زیادہ اعتراض کئے گئے ہیں۔ اسی ترجمہ پر جو
سیالکوٹی کرتا ہے کہ یوم الدین سے مراد ایک **خاص دن** ہے۔ آریہ سماج
کے بانی نے زبردست اعتراض کیا ہے۔ جو اس کی ستیارتھ پرکاش میں
ان الفاظ میں درج ہے۔

"کیا خدا ہمیشہ انصاف نہیں کرتا۔ کسی خاص دن انصاف کرتا ہے۔"

یہ تو اندھیر کی بات ہے

سیالکوٹی اور اس کے امثال اس قسم کے اعتراضوں کو قرآن مجید
پر سننے کا تحمل اور حوصلہ رکھتے ہوں گے۔ مگر ہم خدا کے فضل سے ایک
لحظہ کے لئے بھی قرآن مجید کی شان کو گرانا اور اس کے بیان میں دشمنوں
کو ہنسی کا موقعہ نہیں دینا چاہتے اور جس حال میں اس کی شان لا
ریب فیہ اور وہ ہدایتہ اور نور ہے۔ پھر اس میں
کوئی بات ایسی ہو ہی کب سکتی ہے۔

غرض **قرآن مجید** کے ترجمہ میں حضرت خلیفۃ المسیح رضی نے
تو وہ طرز اختیار کیا ہے کہ اس سے کسی قسم کا اعتراض ہو ہی نہیں سکتا

اب جو شخص عقل اور انصاف کے فطری قوی کو کھو نہیں بیٹھا وہ غور
کرے کہ جو ترجمہ حضرت خلیفۃ المسیح رضی مدظلہ نے کیا ہے کیا اس پر کوئی
حملہ ہو سکتا ہے؟ یا اس سے قرآن مجید کی شان بلند کا اظہار ہوتا ہے۔

دنیا میں جزا و سزا ہوتی ہے اور اس کا کوئی انکار نہیں کر سکتا لیکن
قرآن مجید نے **مالک یوم الدین** کہہ کر بتا دیا کہ جو کچھ دنیا میں جزا
اور سزا کا نظارہ ہے یہ اس جزا و سزا کے لئے ایک دلیل ہے جو **قیامت**
میں ہو گی اس ترجمہ میں نہ صرف قرآن مجید کی شان حقیقی کا اظہار ہے
بلکہ **قیامت** پر دلیل بھی ساتھ ہی دیدی ہے اب اس کو قرآن مجید کے
خلاف بتانا یہ ایسے ہی لوگوں کا کام ہو سکتا ہے جو قرآن مجید سے محض
ناواقف اور اس کی شان بلند کے منکر ہوں۔

یہاں تک تو میں نے سیالکوٹی کے اعتراض کا ایک اجمالی جواب دیا
ہے اب اس کے بعد دوسرے نمبر میں جن آیات سے **استشہاد** کر کے اس
ترجمہ کو غلط قرار دینا چاہتا ہے۔ انشاء اللہ العزیز ان پر بحث ہو گی۔

رفع وہم کے لئے یہ کہنا ضروری ہے کہ مالک یوم الدین کے ترجمہ میں
حضرت خلیفۃ المسیح رضی نے قیامت کا ثبوت دیا ہے اور ثابت کیا ہے
کہ ایک خاص وقت جزا و سزا کا ہے اور جب جب اللہ تعالیٰ کی اس صفت
کا ظہور ہو۔ وہ بہر حال خاص ہی وقت ہوتا ہے۔ اس میں عمومیت کہاں
ہوتی ہے۔ علاوہ بریں مجھے حیرت ہے کہ یہ نادان ملاں اتنا نہیں سمجھ سکتا
کہ عمومیت میں بھی تو خصوصیت داخل ہوتی ہے اور پھر یہاں تو
کوئی عمومیت رکھی ہی نہیں بلکہ خصوصیت ہی قرار دی ہے۔ یعنی جب
جب جزا و سزا کی صفت کا ظہور ہو۔ خواہ وہ دنیا میں ہو جیسا کہ ہو رہا ہے
یا حشر میں ہو جیسا کہ ہو گا اور ہم ایمان رکھتے ہیں۔ نادان مولوی لوگوں
کو یہ کہکر دھوکا دینا چاہتا ہے کہ نعوذ باللہ

ہم قیامت کے منکر ہیں

حالانکہ مالک یوم الدین کے ترجمہ میں حضرت نے ایسی خوبی رکھدی
ہے کہ وہ وجود قیامت پر دلیل ہو گیا ہے ایسا لطیف ترجمہ جو قرآن مجید
کی حقیت اور شوکت کو ظاہر کرتا ہے۔ وہ سیالکوٹی کی نظر میں عیب ہے

ہنر بچشم عداوت بزرگتر عیبے است

جس طرح پر کور باطن قرآن مجید پر حملہ کرتے ہیں۔ ان کے ہی نقش قدم
پر سیالکوٹی نے قدم مارا ہے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

جشن تاجپوشی کی یادگار

درخواست کے وقت الحکم کا حوالہ ضرور دیجئے

ملک معظم کی جشن تاجپوشی و تشریف آوری ہندوستان کے اظہار تہنیت میں بیرو پرائیٹر صاحب افضل المطابع مراد آباد نے اپنے یہاں کی کل کتابوں کو ۵ ستمبر ۱۹۱۱ء تک نصف قیمت پر دینا منظور کیا ہے۔ ساتھ ہی اس میں یہ مزید رعائت کی ہے کہ جس فرمائش کی رعائتی مقدار قیمت عہ ہوگی اُس پر ۱ر اور جس کی مقدار عہ یا اس سے زائد ہوگی اُس پر ۲ر فی روپیہ بطور کمیشن اور مجرا کیا جائیگا فرمائش لکھتے وقت اپنے دوست احباب کو فرمائش میں شریک کر لیجئے تاکہ مقدار فرمائش بڑھنے سے کمیشن کا بھی استحقاق آپ کو حاصل ہو جائے

نوٹ:۔ تمام کتب کا محصول ڈاک بذمہ خریدار ہوگا۔

سیاحت حبیب:۔ یہ نہ صرف ہز مجسٹی امیر حبیب اللہ خان صاحب کا مکمل و مفصل سفرنامہ ہند ہے بلکہ افغانستان کے متعلق ہر قسم کے حالات تاریخی نہائت وضاحت سے لکھے گئے ہیں حجم ۲۳۲ صفحہ قیمت عہ

جامع التواریخ:۔ اس میں قوم پٹھان کی مکمل تحقیقات۔ افغانوں کا مسلسل نسب نامہ ابتدائے آجتک کمال تحقیقات سے لکھا گیا ہے اس کے ضمن میں فرمانروایان ایران۔ افغانستان۔ بادشاہ ہندوستان۔ حالات سلطنت مغلیہ۔ اسلامی شاہان دکن و عمارات دکن و حالات ریاستہائے رامپور۔ ٹونک۔ بہاولپور۔ کورمانی۔ محمد گڑھ۔ بھوپال وغیرہ مشرح درج ہیں حجم ہر دو حصہ ۲۳۶ صفحہ قیمت عہ

جنگ روم و یونان ۱۸۹۷ء:۔ ترکوں اور یونانیوں کے جنگی کارناموں کے متعلق اس سے بہتر کوئی کتاب ملک میں شائع نہیں ہوئی۔ حجم ۳۰۰ صفحہ قیمت عہ

جنگ روس و جاپان:۔ اس سے بہتر اور مفصل کتاب ابتک اس جنگ کے متعلق شائع نہیں ہوئی۔ ۲ حصہ۔ حجم ۲۰۸ صفحہ قیمت عہ

تاریخ المجوس:۔ ابتدائے آفرینش عالم سے آغاز اسلام تک کے تمام مذاہب کی مفصل حالت اور ان کے نتائج قابل دید۔ قیمت عہ

تاریخ سندھ:۔ ملک سندھ کی ابتدا سے اب تک کی قابل دید تاریخ۔ قیمت عہ

تاریخ سرزمین کشمیر:۔ اس میں ابتداء آبادی کشمیر سے زمانہ حال تک کے فرمانرواؤں کے سلسلہ وار حالات مفصل درج ہیں۔ قیمت عہ

سوانحعمری مہاراجہ نریندر پرشاد سابق پیشکار دولت آصفیہ۔ مہاراجہ مدارالمہام حال کے خاندان کے تفصیلی حالات اور سلطنت دکن کے ناموروں کی سوانحات قابل دید۔ قیمت ۱۲؍

خمخانہ جاوید:۔ قدیم مشائخ کے ملفوظات اور موجودہ علماء و پیرزادگان کے اقوال سے تصوف کا ثبوت قیمت ۴؍

تیغ صابریہ بر عقائد آریہ:۔ اس میں وید کے کلام الہٰی نہ ہونے پر خود وید ہی سے استدلال کیا گیا ہے۔ حجم ۱۱۶ صفحہ۔ قیمت ۴؍

اسلامی صداقت اور ویدی بطالت:۔ وید کی نامکمل و ناقص تعلیم کا مقابلہ قرآن کریم کی پاک تعلیم سے قیمت ۶؍

آسمانی سیکھشک:۔ دھرمپال کی کتاب ترک اسلام کے جواب میں منشی نندکشور کی لاجواب تحریر بتائید اسلام۔ قیمت ۳؍

اسلام کی صداقت کا فوٹو:۔ جس میں لالہ دینا ناتھ کے مختلف بیانات سے آریہ سماج کو پولیٹیکل بادمی ثابت کیا گیا ہے۔ قیمت ۴؍

روزہ کی فلاسفی قابل دید و لائق سفینہ۔ قیمت ۴؍۔ قرآن کی فلاسفی اور تفسیر سورۃ التوحید۔ سورہ اخلاص کی قابل دید تفسیر ۲؍

بشارات احمدیہ ہر ذکر جمیل۔ مولود شریف کے صحیح واقعات قابل دید قیمت ۳؍

المشتہر منیجر افضل المطابع پریس مراد آباد محلہ مفتی ٹولہ

ضیاء الاسلام مراد آباد

یعنی صوبہ متحدہ کا وہ واحد ماہوار رسالہ جس میں اسلامی علمی تمدنی اخلاقی تاریخی مضامین اور مخالفین اسلام کے تمام اعتراضات کے متین اور دندان شکن جواب ہوتے ہیں۔ قیمت عہ۔ نمونہ مفت

المشتہر منیجر ضیاء الاسلام مراد آباد

کیا آپ بیمار ہیں؟

جبکہ آپ کی طبیعت درست نہ ہو اس سے کچھ بحث نہیں کہ کونسی آپ کو شکائت ہے آپ ضرور خود سے یہ سوال کیجئے کہ آیا دن بھر میں ایک دست صاف ہو جاتا ہے۔ اگر یہ بات نہ ہو تو رات کو سوتے وقت دو یا تین ہاضمہ کی گولیاں (ڈونس ڈنر پلس) کھا لیجئے۔ دوسرے روز صبح کو دست صاف ہوگا اور پیشتر کی نسبت آپ کو فوراً زیادہ اچھا معلوم ہوگا۔ قبض کی وجہ سے آنتوں میں فضلے زیادہ دیر تک رہتے ہیں اور ایسا فاسد مادہ پیدا کرتے ہیں کہ دنیا کے نصف سے زیادہ مرضوں کا باعث ہوتا ہے اس سے بخوبی سمجھ جائیگا کہ کیوں قبض سے یہ بیماریاں پیدا ہوتی ہیں۔ جگر کی شکائت ہیجان۔ صفرا۔ صفراوی بخار۔ یا تپ۔ بدہضمی پٹھوں کی کمزوری۔ جسم کی نقاہت۔ امراض قلب یعنی دل۔ دوار یعنی چکرانا۔ دردسر۔ نفخ۔ کھٹی ڈکاریں آنا۔ مستورات کی بیماریاں۔ اگر بہت عرصہ یہی حالت رہی۔ تو خون کثیف ہو جاتا ہے اور صحت ہمیشہ کے لئے خراب ہو جاتی ہے۔ ڈون کی ہاضمہ کی گولیاں (ڈونس ڈنر پلس) نباتات سے بنائی گئی ہیں۔ اور مذکورۃ الصدر مرضوں کو مٹاتی ہیں۔ کیونکہ وہ فاسد اور زہریلے اخراجوں کو نکالتی ہیں۔ جگر کو قوت عطا کرتی ہیں۔ قیمت ۱۲؍ و ۱۲؍۔ ۱۲؍ والی شیشی میں ۱۲۰ گولیاں ہیں جو ۴؍ والی شیشی سے پنجگنی ہیں۔ ۱۲؍ والی شیشی

Doans Backache Kidney Pills

ڈون پی او بکس نمبر ۲۰ بمبئی سے طلب کرو

شیخ علی احمد خان صاحب پلیڈر مرحوم

یہ خبر نہائت افسوس سے پڑھی جائیگی کہ جناب شیخ علی احمد خانصاحب پلیڈر گورداسپور نے ۱۸ جولائی ۱۹۱۱ء کو وفات پائی۔

شیخصاحب مرحوم مسلمانان پنجاب کے ایک مسلّم لیڈر اور ضلع گورداسپور میں ان کی ملکی اور قومی ضروریات کے اکیلے وکیل اور رہنما تھے اس لئے یہ قدرتی امر ہے کہ ان کی وفات سے مسلمانان پنجاب اور خصوصاً مسلمانان ضلع گورداسپور کو سخت نقصان پہنچا ہے۔ اور میاں حسین بخش آف بٹالہ کی وفات کے بعد یہ دوسرا صدمہ ہے جو ضلع گورداسپور کے مسلمانوں کو اٹھانا پڑا ہے۔ (اللہ تعالیٰ ہی اس کی جزا ہو)۔

اس میں کچھ شبہ نہیں کہ مسلمانوں کے قومی کاز کو ضلع گورداسپور میں سخت دھکا لگا ہے۔ ان کی پولیٹیکل ضرورتوں کی حمایت اور وکالت کے لئے ان کی آنکھیں کسی وجود کو تلاش کرتی ہیں مگر وہ نہیں ملتا۔ ان کے اخلاق حمیدہ کے متعلق منشی حسین بخش صاحب سکرٹری انجمن اسلامیہ بٹالہ نے ذیل کا مراسلہ بغرض اندراج بھیجا ہے۔ ممکن ہے بہت سے لوگ اس کو مبالغہ قرار دیں مگر جو شخص اپنی ذاتی واقفیت کی بنا پر کچھ لکھتا ہو وہ برسرحق ہوتا ہے۔

شیخصاحب ہر چند ہمارے سلسلہ میں داخل نہ تھے مگر وہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے خاندان سے ہمیشہ سے مودت اور محبت کے وفادارانہ تعلقات رکھتے تھے اور حضرت کے اکثر مقدمات میں وہی کام کیا کرتے تھے۔ مقدمات کے اس طوفان بے تمیزی میں جو اس سلسلہ کے خلاف اٹھایا گیا تھا۔ شیخصاحب کو بڑے بڑے ہومیوں نے فریق مخالف سے شامل ہونے کو اکسایا مگر ان کی محبت اور غیور طبیعت نے اس کو وفاداری کے خلاف سمجھا۔ مدرسہ تعلیم الاسلام کے ساتھ انہیں خاص ہمدردی تھی اور اپنے صاحبزادہ بشیر احمد خان کی تعلیم کے لئے اسی مدرسہ کو پسند کیا۔ انہوں نے مختلف موقعوں پر ہمدردی اور محبت کا ثبوت دیا۔

ایڈیٹر الحکم کو ان سے ذاتی نیاز حاصل تھا۔ اور وہ بعض مشورہ طلب امور میں جو مسلمانوں کی بھلائی اور بہبود سگالی کے متعلق ہوتے اس سے مشورہ کر لینا ضروری سمجھا کرتے غرض

بہت سی خوبیاں تھیں مرنے والے میں

شیخصاحب مرحوم کے لئے دل سے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ انہیں اپنے جوار رحمت میں جگہ دے اور آپ کے خاندان کو صبر جمیل۔ آمین۔

میری رائے میں مسلمانان ضلع گورداسپور کی پولیٹیکل ضرورت کا تقاضا ہے کہ شیخ محمد نصیب خانصاحب اب گورداسپور کو اپنا ہیڈ کوارٹر بنائیں اور اپنے قابل باپ کی طرح خدمت قوم کا کام اپنے ذمہ لیں۔

اب میں اس مراسلہ کو درج کرنا ضروری سمجھتا ہوں۔

انتقال پر ملال

یہ خبر وحشت اثر باعث نہائت رنج و افسوس ہوگی کہ شیخ علی احمد خانصاحب وکیل چیف کورٹ پنجاب رئیس و مقیم گورداسپور نے ۱۸ جولائی ۱۹۱۱ء کو اس جہان فانی سے ملک جاودانی کی طرف انتقال فرمایا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

شیخ صاحب مرحوم خاندانی فخر قوم۔ چراغ خاندان۔ حامی اسلام۔ پکے دیندار۔ نمازی۔ متقی۔ پرہیزگار۔ ذہین۔ فہیم و متین۔ اپنے فن وکالت میں کامل و اکمل درجہ۔ خوش صورت۔ نکو سیرت۔ بارعب۔ باہمت۔ باقبال۔ صاحب استقبال۔ مرد میدان۔ ہمدرد بنی نوع انسان۔ صاحب مروت و احسان۔ اعلیٰ درجے کے فیاض مشہور سخی۔ رحم دل۔ ہر دلعزیز۔ مسکین مزاج۔ بردبار۔ صادق القول وفادار۔ خلیق مجسم۔ ملنسار۔ متواضع۔ مہمان نواز۔ غریبوں کے مددگار دوستوں کے معین و مددگار۔ بیواؤں کے خبرگیر۔ یتیموں کے دستگیر زر و مال خداداد کی بدولت امیر۔ فروتنی و خاکساری کی وجہ سے پورے درجے کے درویش و فقیر۔ راہ خدا میں سیم و زر کے لوٹانے والے۔ سیاہ بصد دیگر اہل حاجات کو ان کی مطلب براری سے ہنسانے والے۔ خویش و بیگانہ۔ ہندو و مسلمانوں کو اپنی وفات حسرت آیات پر رولانے والے۔ امورات مفید پبلک میں سب سے زیادہ حصہ لینے والے۔ رفاہ عام کے کاموں میں دل کھول کر چندوں کے دینے والے۔ اپنی آپ نظیر تھے۔ چنانچہ حال میں ایڈورڈ میموریل فنڈ میں ۱۵۰۰ روپیہ دیا۔ آپ کے خلف الصدق و جانشین شیخ محمد نصیب خان صاحب بیرسٹرایٹ لاء وکیل سرکار ضلع حصار اور دوسرے فرزند سعادتمند شیخ محمد خورشید خان ولائیت میں بیرسٹری کی تیاری کر رہے ہیں۔ اور آپکے دو اور صاحبزادہ محمد بشیر خان و محمد نذیر خان خوردسال تعلیم ابتدائی میں مصروف ہیں۔ خداوند تعالیٰ مرحوم کو غریق رحمت کرے اور آپ کے جملہ پسماندگان و احباب کو صبر و شکیبائی عطا فرمائے اور آپ کے لخت جگر ان آپکے نقش قدم پر چل کر اپنے آپ کو سچا جانشین ثابت کریں اور اپنے نیک ارادوں میں کامیاب اور سرسبز و بامراد ہوں۔

چونکہ حالات مردان راضیہ پبلک کے لئے اچھا نمونہ اور عمدہ سبق اور باعث تحریص و ترغیب اعمال حسنہ ہوا کرتے ہیں۔ اس لئے اخباری دنیا میں اس خبر کا مشتہر کیا جانا ضروری خیال کیا گیا۔

مخبر خاکسار حسین بخش دبیر انجمن اسلامیہ بٹالہ

تخلقوا باخلاق اللہ

خدا نے انسان کو تین شریعتیں دی ہیں:۔

(الف) ضمیری شریعت۔

(ب) افعالی شریعت۔

(ج) اقوالی شریعت۔

ہر انسان ان تینوں شریعتوں سے وابستہ ہے۔ اگرچہ کوئی انسان بظاہر ان شرائع کی پابندی اور اقتدا سے انکار کرے اور اپنے تئیں آزاد رکھے۔ لیکن اس کی گردن اور اس کا دل ان کی پابندی سے کسی صورت میں رہائی نہیں پا سکتا۔

ضمیری شریعت انسان کی فطرت اور سرشت میں رکھی گئی ہے اور انسان کا ضمیر اسی کا خوگر اور مقتدی ہے اور کوئی انسان اس سے خالی نہیں۔

ہر انسان ایک ضمیر رکھتا ہے اور ہر ضمیر کے صفحات پر صحیفہ فطرت کندہ ہوتا ہے۔ اور ہر ضمیر اسی صحیفہ فطرت کے مطابق حکم دینا اور تعمیل کرانا چاہتا ہے اور اسی کے مطابق اس کی جانب سے اعلائے کلمۃ الخیر اور تبلیغ ہوتی ہے۔ باوجودیکہ ضمیر انواع و اقسام کی الجھنوں اور مشکلات میں گرفتار ہوتا۔ اور طرح طرح کے مشاغل رکھتا ہے اور قوت ارادی با وجود اس پر غالب ہوتی یا غالب ہونا چاہتی ہے۔ پھر بھی ضمیر تبلیغ ضروری سے باز نہیں رہتا ؎

دل ما بے وارستگی کے غافل از تدبیر ماست
ہادیٔ ما رہبرِ ما مرشدِ ما پیرِ ماست

یہ شریعت اس وقت دی گئی تھی۔ جب دوسری شریعتیں وجود پذیر نہ ہوئی تھیں یا قوت سے فعل میں نہیں آئی تھیں۔ کیا کوئی شخص اس شریعت سے انکار کر سکتا ہے۔ اگرچہ کوئی اس کے عمل سے انکاری ہو لیکن اس کے وجود سے انکاری نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ یہ شریعت اپنی موجودگی کا ثبوت خود بوجہ احسن دے رہی ہے۔ قانون اور شریعت کا مطلب اخبر تبلیغ اور تنبیہ ہوتی ہے۔ اور یہ صورت منظر ضمیر میں پائی جاتی ہے کوئی فعل کرو۔ کوئی خیال پیدا ہو۔ ہر حال میں ضمیر اس فعل اور اس خیال کی اپنے رنگ میں تنقید کرتا اور اپنے رنگ میں اس فعل اور اس خیال کے حسن و قبح پر حاشیہ چڑھاتا ہے ؎

مشغول بہ بازی است دراں سلسلہ زلف
دیوانۂ دل من بچہ کار است ببینید

دنیا میں جو کچھ ہو رہا ہے اور جو کچھ اپنے اپنے رنگ میں ہماری نگاہ سے گذر رہا ہے اور جو کچھ ہمارے ارد گرد ہے وہ سب افعالی دنیا ہے اور اس افعالی دنیا کی رفتار اور عمل سے ایک افعالی شریعت وجود پذیر ہوتی ہے۔ جو فعل اور جو حرکات اور جو تصرفات ہم نہیں کرتے۔ وہ قدرتی افعال۔ قدرتی حرکات اور قدرتی تصرفات ہیں۔ یا ایسے افعال اور ایسی حرکات یا ایسے تصرفات ہیں جو انسانی نہیں ہیں۔ ان افعال ان حرکات اور ان تصرفات کی کچھ نہ کچھ حقیقت اور کیفیت ہوتی ہے اُن میں ایک ترتیب۔ ایک سلیقہ۔ ایک بندش۔ ایک اثر۔ ایک نتیجہ پایا جاتا ہے۔ اس ترتیب۔ سلیقہ۔ بندش۔ اثر اور نتیجہ سے انسان اور نتائج اور اور آثار کی ترتیب دیتا ہے اور ان پر اپنے افعال کی بنیاد رکھتا ہے۔ ان قدرتی افعال کی مخالفت سے برے نتیجے اور موافقت سے اچھے نتائج مترتب ہوتے ہیں۔ اسی عمل کا نام دوسرے الفاظ میں افعالی شریعت ہے یہ شریعت موجودات اور کائنات کے افعال اور تصرفات پر جزا و سزا کی جہت سے مؤثر ہوتی ہے جب کوئی شخص آگ میں ہاتھ ڈالتا ہے۔ تو جل جاتا ہے۔ جب پانی میں ہاتھ ڈالتا ہے۔ تو اس میں برودت کا احساس ہوتا ہے۔ جب آدمی اوپر سے گرتا ہے تو کشش ثقل اسے کسی صورت میں اوپر جانے نہیں دیتی۔ اور گرنے والا ایسی حالت میں ہوتا ہے کہ سوائے ایک حکمت کے اس کا جسم یا اس کی جان محفوظ نہیں رہ سکتی جو شخص اوپر چڑھتا ہے۔ وہ اسی قدر پرواز کر سکتا ہے۔ کہ جس قدر اس کی طاقت ہے۔ اس قسم کی باتیں پتہ دے رہی ہیں کہ افعالی شریعت کے احکام میں کبھی تبدیلی نہیں ہوتی۔ چاہے کوئی بھی ان کی تعمیل اور تعریض کرے۔ جو طاقت فاعل مان لی جاتی ہے اور جس کی نسبت یہ خیال کیا جاتا ہے۔ کہ اس کی سکت یا اس کی جانب سے یہ سلسلہ افعال عمل میں آرہا ہے۔ تو اس کی نسبت یہ خیال کرنا

مشکل نہیں کہ ان دو طریقوں ضمیری اور افعالی کے سوائے اس کا کوئی اور طریقہ بھی تبلیغ اور تنبیہ کا ہو سکتا ہے۔ ان دونوں شریعتوں ضمیری اور افعالی سے انکار نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ ضمیر میں جو صدائیں آتی ہیں۔ وہ ایسی مبہم نہیں ہیں کہ کوئی ان سے انکار کر سکے۔ ناطق۔ گونگا۔ بہرہ۔ اندھا۔ بینا۔ مریض۔ تندرست سب کے سب سُنتے اور اثر پذیر ہوتے ہیں۔ افعالی شریعت بھی گویا اپنی زبان میں بول رہی ہے۔

ضمیری شریعت یہ اعلان کر رہی ہے۔ کہ ضمیر آواز دیتے اور تبلیغ کرتے ہیں۔ اور ان میں بولنے کی طاقت موجود ہے ضمیروں میں امتیاز اور فرق ہے۔ فطنت اور فطرت کے اعتبار سے اُن میں نسبتیں ہیں۔ ان نسبتوں کے اعتبارات سے اُن کی درجہ بندی ہوتی ہے۔

جب ضمیر عامیانہ رنگ میں بولتے اور تبلیغ کرتے ہیں۔ تو اُسے ایک ضمیری شریعت سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ اور جب مجموعہ ضمائر میں سے چند ضمیر اپنے اپنے وقت پر خاص طور سے دُنیا کو مخاطب کرتے ہیں۔ تو اُس کا نام قولی شریعت ہوتا ہے۔ ایک جداگانہ ضمیر عامیانہ رنگ میں صرف اپنے ہی لئے صدا دیتا ہے اور تبلیغ کرتا ہے۔ لیکن ایک خاص ضمیر اپنے رنگ میں صحیفۂ فطرت سے تعلیم پا کر ساری دُنیا کے واسطے بولتا اور تبلیغ کرتا۔ پہلا ضمیر جو اپنی ذات کے واسطے بولتا ہے ایک شخصی نبوت رکھتا ہے۔ اور دوسرا ضمیر جو ساری دُنیا یا سارے ابنائے جنس کے واسطے بولتا ہے صحیح معنوں میں نبی اور شریعت لانے والا ہے۔ اگر شخصی ضمیر کی تبلیغ نہ ہوتی تو اس مجموعی تبلیغ یا شریعت کی تصدیق ہی نہ ہو سکتی۔ یہی وجہ ہے کہ ہر مذہبی قانون اور ہر شریعت بعض مختص ضمیروں کے ذریعہ سے تبلیغ پاتی ہے ممکن تھا کہ افعالی رنگ میں ہی اس کی تنبیہ کی جاتی۔ مگر چونکہ ضمیر کی شہادت کا لانا ضروری تھا۔ اس واسطے بعض ممتاز ضمائر کے ذریعہ سے ہی ابلاغ کیا گیا۔ اگر ایک نبی موجودات کے سامنے یہ کہتا ہے کہ مجھے کچھ القا ہوا ہے اور مجھ میں ایک روح بولتی اور مجھے تبلیغ کے لئے مجبور کرتی ہے۔ تو مختلف ضمیر اپنے اپنے رنگ میں اُس کی تصدیق اور تائید کرتے ہیں۔ کیونکہ ہر ضمیر اپنی ذات میں یا اپنی ذات میں اس کا تماشا کسی نہ کسی رنگ میں دیکھ رہا ہے اور کوئی ضمیر اس سے انکاری نہیں ہو سکتا۔ ہر ضمیر جانتا ہے کہ اس کے اندرون میں سے وقت بیوقت صدائیں نکلتی ہیں اور ان میں صداقت ہوتی ہے

نبی کیا ہے اور مرسل کیا ہے

ایک خاص ضمیر اور خاص فطنت یا جُداگانہ مزکّی سرشت کی صدا۔
کیسی صدا۔ کیسی آواز۔ کیسی تبلیغ!

جو صداقت۔ نفاست۔ لطافت سے بھرپور اور مزیّن ہو جس پر خود ضمیر کا تیقن ہو جو دل سے نکلے اور دلوں پر پڑے۔ کیسی صدا جو ایک الٰہی طاقت کی جانب سے دی گئی ہو۔ جس میں اس کا نور اور جلوہ پایا جاتا ہو۔

عنوان میں جو الفاظ تَخَلَّقُوْا بِاَخْلَاقِ اللّٰہِ لکھے گئے ہیں یہ منجملہ ان صداؤں کے ایک پاک صدا ہے۔ جو اقوالی شریعت کا ایک ممتاز فقرہ ہے یا ایک قانون اس فقرہ میں یہ جتلایا گیا ہے۔ کہ الٰہی اخلاق کی پابندی کرو۔ یہ پابندی ایک مفید پابندی ہے۔

خدائی اخلاق دو قسم کے ہیں۔

(الف) اخلاق متعلق بہ معاشرت۔

(ب) اخلاق متعلق بہ معاد۔

اس فقرہ میں معاشرتی اخلاق سے زیادہ تر مراد ہے۔ اگرچہ خدائے لایزال ہر طرح سے ہر مخلوق پر قابض اور مسلط ہے اور اُس کی قدرت جامع اور وسیع ہے۔ لیکن پھر بھی اس کی اخلاقی وسعت معاشرتی امور میں بالکل جامع اور غیر محدود واقع ہوئی ہے۔ چاہے کوئی اسے مانیں اور چاہے کوئی نہ مانیں۔ چاہے کوئی اس کی تصدیق کرے یا نہ کرے۔ اُس کی رحمت معاشرتی کبھی اس سے جدا نہیں ہوتی مثلاً دیکھو شعبۂ رزاقی میں۔ دہریوں کو پالتا ہے۔ منکروں کی خبر گیری کرتا ہے۔ فاسقوں کو بھی دیتا ہے اور عابدوں و زاہدوں کی بھی خبر لیتا ہے۔ اس میں کوئی تفریق نہیں۔ کمی بیشی کا ایک دوسرا سوال ہے۔ لیکن معاشرتی امور میں ہر ایک سے اپنے اپنے رنگ میں سلوک کیا جاتا ہے۔ بادشاہ بھی اسی طریق سے پیدا ہوتا ہے جس طریق سے ایک چوہڑہ ہوتا ہے۔ بادشاہ کو دُنیا کے تغیر و تبدل کا اسی طرح خوف ہے۔ جس طرح ایک مزدور کو ہے۔ مصیبت اور رحمت دونوں پر پڑتی اور نازل ہوتی ہے۔ ہر ایک کی دعا سنتا اور اپنی مرضی کے مطابق سب کی دعاؤں کا فیصلہ کرتا ہے۔ یہ نہیں کہ فاسق دعا کرے اور عابد کرے۔ فاجر در خدائی پر آئے اور زاہد آئے بمصداق ؎

باز آ باز آ ہر آنچہ ہستی باز آ
گر کافر و گبر و بُت پرستی باز آ
ایں درگہِ ما درگہِ نومیدی نیست
صد بار اگر توبہ شکستی باز آ

یہ حکم معاشرتی یا اخلاقی رنگ میں صرف اسواسطے دیا گیا ہے کہ لوگ معاشرتی زندگی میں آرام اور سہولت سے رہیں اور خدائی اخلاق کے مطابق ایک دوسرے سے پیش آئیں اگر ایک نیک آدمی زاہد عابد ایک بدبخت گنہگار کے ساتھ معاشرتی رنگ میں کوئی حرج اور منافرت نہ رکھے اور جو اُس کے حقوق واجبی ہیں۔ اُن کی بوجہ احسن ایفا کرے تو وہ گویا خدائی اخلاق کی پابندی سے زندگی بسر کر رہا ہے۔

خدا سو گناہ دیکھتا ہے اور پھر بھی در رزق بند نہیں کرتا۔ یہ اس کی وسعت اخلاقی ہے۔ لیکن جب گرفت کرتا ہے تو پوری کرتا ہے۔ یہ بھی اس کا ایک اخلاقی عمل ہے۔ تَخَلَّقُوْا بِاَخْلَاقِ اللّٰہِ کا مفہوم نرا رعایات ہی کو محتوی نہیں تنبیہات پر بھی محتوی ہے۔

دُنیا میں ضدیت اور تعصب کی رو چل رہی ہے اور اسی وجہ سے انسانی جماعتیں جو ایک بے آرامی اور سوزش میں پڑ رہی ہیں اُس کا موجب یہی ہے کہ بدقسمتی سے لوگوں میں سے الٰہی اخلاق کی پابندی کا اصول اُٹھتا جاتا ہے۔ لوگوں نے اس کے مقابلہ میں ایک اپنا خود ساختہ اصول یا قانون بنا لیا ہے۔ اگر خدا درگزر اور بردباری نہ کرے تو یہ گنہگار دُنیا ایک دن بھی باقی نہیں رہ سکتی اور اگر خلیفہ پر گرفت کرے تو نیکی کا نام بھی باقی نہ رہے۔

صوفیائے کرام نے سب سے پہلے کیا کوشش کی۔ اور ان کا خمیر کیا ٹھہرا؟ اُسی ہر گز یہ کہ خدائی اخلاق سے اپنے تئیں متصف کیا جائے۔ صادق القلب صوفی بایک لغزش کھانے والی۔ روح کو تنبیہ کرنے پر اس کے واسطے تضرع سے دعائیں ہی کرتا ہے لیکن جو اُس کے حقوق جائز ہیں۔ انہیں غصب نہیں کرتا۔ کیونکہ اس کا عمل خدائی عمل کے خلاف ہے۔ ایک نبی علیہ السلام کے گھر میں ایک دہریہ مہمان ہوا۔ نبی علیہ السلام کے گھر میں ایک دہریہ مہمان ہوا۔ نبی علیہ السلام نے اس کی مدارات اور خاطر داری و ضیافت سے اس واسطے پہلو تہی کی۔ کہ وہ خدا کا منکر ہے خدائے جلیل کی جانب سے عتابی رنگ میں القا ہوا۔

"ہم اپنے بندے کو باوجود اس غلطی کے اب تک پالتے رہے اور تم ایک وقت کی روٹی سے بھی رہ گئے"

یہ کیا تھا۔ خدائی اخلاق کے خلاف کرنا۔ دُنیا میں ہر کوئی یہ چاہتا کہ کسی شخص کی خلافِ مرضی کوئی بھی نہ رہے۔ یہ ایک فریب دہ خیال ہے خدا کی مرضی کے خلاف دُنیا کا بہت سا حصہ چل رہا ہے۔ لیکن خدا ان سے نہ تو کنجوسی کرتا ہے اور نہ انہیں زندگی کی ضروریات اور معاشرتی حوائج سے جواب دیتا ہے۔ کیا یہ عمل ہمارے واسطے ایک سند اور فتویٰ نہیں ہے اور ہم اس کے محتاج نہیں ہیں؟

دُنیا کی اکثر خرابیوں اکثر الجھنوں اکثر جھگڑوں کا موجب صرف یہ ہے کہ ہم خدائی اخلاق سے وابستہ نہیں ہوتے۔ خدا اگر نیکی اور گرفت چاہتا ہے تو یہ بھی چاہتا ہے کہ لوگ ایک دوسرے کے ساتھ وسعت خیالی سے سلوک کریں۔ ان امور میں دخل نہ دیں جو صرف خدا کا ہی حصہ بجز وہیں۔ تعصب۔ ضد سے کام لینا اور ایک دوسرے کی خرابی میں ساعی رہنا قطعاً خدائی اخلاق کے خلاف ہے۔

خدا محبت ہے اور اُس کی محبت میں ایک بُردباری اور استقلال ہے اس کی گرفت نفسانیت اور ضدیت سے پاک اور صاف ہے۔

دُنیا کی معادی اور معاشرتی آسائش محض خدائی رنگ میں ہے خدا ہمیں تَخَلَّقُوْا بِاَخْلَاقِ اللّٰہِ کی توفیق بخشے جو ایک جامع وسعت خیالی اور کشادہ دلی ہے۔ اور ایک دوسرے کی محبت میں ہم سب کے سب وارفتہ ہوں ؎

اجزائے دل ز تفرقہ یا رب نگاہ دار
دیں دفترِ مفاد صفتے ہیچ ولیس مباد

سلطان احمد از بہاولپور

ملفوظات امیر المومنین رض

۶ جولائی ۱۹۱۱ء فرمایا۔ مومن کا فرض ہے کہ امر بالمعروف و نہی عن المنکر کرتا رہے۔ ہم اپنی اپنی قبر میں پڑنا ہے یا عیسیٰ بدین خود۔ موسیٰ بدین خود صحیح نہیں۔ فرمایا۔ بعض لوگوں کو دھوکہ ہوا ہے۔ وہ لِمَ تَقُولُونَ مَا لَا تَفْعَلُونَ سے یہ سمجھتے ہیں کہ جس بات پر خود عمل نہ ہو۔ اسے کہنا ہی نہیں چاہئے۔ اس آیت کا مطلب تو یہ ہے۔ کہ جو قول و قرار پورا نہ کرتا ہو۔ وہ کہنا ہی نہیں چاہئے دوسری آیت یٰعَلَیْکُمْ اَنْفُسَکُمْ لَا یَضُرُّکُمْ مَنْ ضَلَّ اِذَا اھْتَدَیْتُمْ سے استدلال غلط کرتے ہیں۔ حضرت ابوبکر سے کسی نے سوال کیا تو آپ نے فرمایا اِذَا رَاَیْتَ شُحًّا مُطَاعًا وَھَوًی مُتَّبَعًا وَاِعْجَابَ کُلِّ ذِیْ رَأْیٍ بِرَأْیِہٖ فَعَلَیْکُمْ اَنْفُسَکُمْ جب تو دیکھے ایک شخص دُنیا کا حریص و متبع ہے اور گری ہوئی خواہشوں کا پیرو ہے اور خود پسندی کا یہ حال کہ اپنی ہی رائے پسند ہے۔ تو اس وقت

؎ چونکہ اس بحث میں کسی اور مطلب کا اظہار مقصود ہے۔ اس واسطے ان پر مسٹر ائع کی بابت کسی اور وقت پر بالخصوص بحث کی جائے گی۔

علیکم انفسکم کا موقعہ ہوتا ہے۔

فرمایا۔ میرا یہی دستور ہے کہ ایک حد تک کہتا ہوں۔ پھر میں حضرت ابو بکرؓ کے قول پر عمل کرتا ہوں۔

۷ جولائی ۱۹۱۱ء اس سوال کے جواب میں کہ مسجد حرام میں مشرکین کا آنا کیوں منع کیا گیا۔ فرمایا:۔

اس سوال کے پوچھنے والا یہودی یا عیسائی ہے۔ تو اس کے لئے یہ جواب کافی ہے کہ سات گاؤں تھے۔ جو حضرت موسیٰ نے ایسے ٹھہرائے کہ ان میں کسی قوم کے آدمی کو داخل ہونے کی اجازت نہ تھی۔

دوسرا جواب۔ اللہ تعالیٰ اسی رنگ میں سزا دیتا ہے۔ جس میں نافرمانی ہو۔

مثلاً ایک شخص کے پاس ایک گھوڑی ہے۔ پڑوسی چور ہے وہ اسے چرا لیتا ہے۔ مگر اسے چرا کر وہ اس سے فائدہ نہیں اٹھا سکتا۔ بلکہ دیکھ بھی نہیں سکتا۔ کیونکہ سو کوس کے اندر تو رکھ ہی نہیں سکتا۔ گویا جس مطلب کے لئے اس نے چوری کی اس سے محروم رہ گیا۔ ایسا ہی زنا سے رونگٹا رونگٹا فائدہ اٹھاتا ہے تو آتشک سے بال بال دکھ اٹھاتا ہے۔ مشرکین عرب کا جرم تھا۔ کہ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کو مسجد حرام میں آنے سے روکا ومن اظلم ممن منع مساجد اللہ ان یذکر فیھا اسمہ تو اب سزا بھی اسی رنگ میں دی گئی یعنے مشرکوں مسجد حرام کے نزدیک پھٹکنے بھی نہ پائیں۔

تیسرا جواب یہ ہے کہ جب کوئی مذہب پیدا ہوتا ہے تو اس کی ابتدائی حالت میں بڑے بڑے مخلص لوگ ہی شامل ہو سکتے ہیں۔ کیونکہ وہ وقت بڑی مصیبتوں کا ہوتا ہے۔ مومن کے جان و مال پر ابتلا آتا ہے اور بعض اوقات تو اس بستی میں رہنا بھی دشوار ہو جاتا ہے۔ پھر ایک وقت آتا ہے کہ وہ مخلص لوگ اس صبر کے اجر میں بادشاہ بنائے جاتے ہیں۔ اس وقت منافق اور گندے لوگ بھی طرح طرح کے حیلوں سے بیچ میں آگھستے ہیں اور دین کی اکثر باتوں کو کچھ کا کچھ بنا دیتے ہیں مثال کے طور پر نصاریٰ کو دیکھو کہ اب اصل انجیل تک ان کے پاس نہیں۔ ایک طرف تو علم طبقات الارض وغیرہ میں یہاں تک ترقی کی ہے کہ سب زمین کو چھان ڈالا۔ دوسری طرف دینی امور کا یہ حال کہ اپنے مذہب کی کتاب کا پتہ نہیں! ہندو یہ بتا سکتے کہ رام چندر جی اور کرشن مہاراج کا طرز عبادت کیا تھا۔

غرض ایک وقت مذہب پر آتا ہے کہ اس کے پیروؤں میں دنیا پرستی بڑھ جاتی ہے۔ اور اصل مذہب کی طرف توجہ کم ہو جاتی ہے۔ تو قوم خدا کے احکام کو بھول جاتی ہے اور غیر قوموں کے اثر سے متاثر ہو کر انہیں کا رسم و رواج اختیار کر کے بعض اوقات انہیں مل جاتی ہے۔ اس خطرے سے محفوظ رکھنے کے لئے ضرور تھا کہ مکہ معظمہ غیر قوموں کے دخل سے بالکل پاک رہے۔ تا دین محفوظ رہے اور اگرچہ بعض قسم کی تبدیلیاں پیدا ہونی ایک قدرتی بات ہے۔ مگر پھر بھی دوسری قوموں سے مسلمان نسبتاً بہت محفوظ رہے۔ عیسائیوں کے دو فرقوں کا طریق عبادت بھی نہیں ملتا مسلمانوں میں امر مشترک تو ہے خواہ وہ کسی فرقہ سے تعلق رکھتے ہوں۔ والسلام۔

۹ جولائی ۱۹۱۱ء فرمایا۔ کمانے میں تین باتیں نہ ہوں۔ تو وہ کمانا غفلت کا موجب ہوگا۔

حلال ہو۔ یہ نہ سمجھ لو۔ کہ چور ہی حرام خور ہوتے ہیں بلکہ جو چوری کا مال کھاتا ہے وہ بھی حرام خور ہے۔ جو جعلسازی اور دھوکے سے مال جمع کرتا ہے۔ وہ بھی حرام خور ہے۔ جو کسی دوکان میں مال شراکت رکھتا ہے اور اس کا کوئی حساب کتاب نہیں۔ وہ بھی حرام خور ہے۔ جو اپنے منصبی فرض کو عمدگی سے ادا نہیں کرتا۔ اور ترقی تنخواہ کے لئے ہوشیار ہے وہ بھی حرام خور ہے۔ غرض جو بالباطل مال کھانے والے ہیں۔ وہ سب حرام خور ہیں۔

دوم یہ کہ۔ کھانا طیب ہو۔ یعنے وہ کھائے جو موجب ضرر نہ ہو مثلاً کھانسی والا اگر ترش چیز کھاتا ہے۔ تو وہ طیب نہیں کھاتا۔ فالج والا اگر سرد ادویات پیتا ہے تو طیب کا استعمال نہیں کرتا۔ غرض جو کھاؤ پہلے دیکھ لو کہ بدن کے لئے مفید و پسندیدہ ہے یا نہیں۔

سوم۔ لقمہ اٹھاتے وقت اللہ کا نام لے اور شکر ادا کرے روٹی پکانا اور تنور سے نکالنا میری جیسی طبیعت کے انسان کے لئے تو ایک قسم کا معجزہ ہے۔ تین دفعہ آنا پڑتا ہے اور میں آگ سے ایسا نفور ہوں کہ سردی میں بھی تاب نہیں سکتا۔

لوگ حلال و حرام کا خیال نہیں کرتے۔ ایک عورت نے میرے سامنے ذکر کیا۔ کہ ہم شادی کے موقعہ پر گوشت کا کھلا دینگے۔ میں نے پوچھا۔ کہاں سے حاصل ہوگی۔ کہا ہمارے نوجوان بہت ہیں۔ جو ادھر ادھر سے پکڑ لاتے ہیں پھر کہا کہ اپنے علماء کے لئے تو بکریاں ذبح کرتے ہیں۔ میں نے کہا وہ تو چوری کی نہیں ہونگی۔ کہا نہیں وہ تو گڈریوں سے لیتے ہیں اور وہ کیوں نہ دیں۔ اگر ذرا بھی انکار کریں تو ہم ان کا ریوڑ کا ریوڑ نہ غارت کردیں۔ اور پیر صاحب کی زیادہ خاطر ہے۔ اُن کے لئے مرغے کا گوشت ہوگا۔ میں نے پوچھا وہ کہاں سے لو گے۔ کہا جولاہوں سے۔ پوچھا قیمتاً۔ کہا نہیں جرمانے کے زور سے۔

غرض آجکل مسلمانوں کی قابل رحم حالت ہے۔ خوب سن لو اکم مردار خور الہیات کے نام سے بالکل ناواقف رہتے ہیں۔ یورپ کی قوموں کو بھی دیکھ لو۔ کہ الہیات کے باریک مسائل میں کچھ فہم نہیں۔ ایک انسان کو خدا کا بیٹا سمجھ لیا ہے۔ فرمایا کہ خون سے تشنج و استرخا پیدا ہوتا ہے۔ اور لحم الخنزیر اخلاق و عادات پر برا اثر ڈالتا ہے اور جس پر اللہ کے سوا کسی اور کا نام لیا جائے۔ وہ پاک عقائد کے لئے بد اثر ڈالتا ہے۔ فرمایا کہ بعض بداعمالیوں کی وجہ سے یہود سے رزق حلال چھین لیا گیا۔ مسلمانوں کو بھی یہی سزا ملی ہے۔ حلال طیب رزق تو مال غنیمت ہے۔

۱۰ جولائی ۱۹۱۱ء فرمایا:۔ سورہ نحل کے آخری رکوع سے معلوم ہوتا ہے کہ پانچ نعمتیں پانچ چیزوں سے حاصل ہوتی ہیں۔

جو چاہتا ہے کہ دنیا میں سکھ یا آرام پائے۔ آخرت میں بزمرہ صالحین مبعوث ہو۔ خدا تعالیٰ اسے اپنا برگزیدہ بنا لے۔ اپنی جناب سے دین و دنیا کے امور کی ہدایت کرے صراط مستقیم حصول مقصد کی اقرب راہ پر چلائے۔ تو اسے چاہئے کہ حضرت ابراہیمؑ کی مانند سارے جہان کی خوبیاں اپنے اندر جمع کرے اللہ کے تمام اسماء کا فرمانبردار رہے۔ راستباز ہو۔ شرک نہ کرے اور خدا کی دی ہوئی نعمتوں پر شکر کرے۔

فرمایا:۔ ایک بزرگ نے لکھا ہے۔ اگر میں رات غفلت میں گذارتا ہوں۔ تو صبح میرا گدھا بھی میرے کام سے غافل و سست ہوتا ہے۔

فرمایا مولوی فضل الرحمن صاحب گنج مراد آبادی کا ذکر ہے۔ کسی نے اُن سے پوچھا کہ جنت میں حوریں ہوں گی۔ تو آپ کا کیا طرز عمل ہوگا فرمایا۔ میں کہونگا کہ جاؤ میبو۔ قرآن پڑھو۔ یہ اپنا اپنا ذوق ہے۔

فرمایا:۔ جب انسان اپنی اصلاح کرے تو ضروری ہے کہ دوسروں تک تمام حق پہنچائے۔ وہ بھی لٹھ ماروں کی طرح نہیں بلکہ حکمت اور احسن طریق سے۔ بالتی ھی احسن کا حصول موقوف ہے اس امر پر کہ انسان مناظرات کی خود خواہش نہ کرے۔ دعا سے بہت کام لے اور خدا کے حضور نہایت منکسر اور متواضع ہو۔ مناظرہ سے کسی انسان پر برتری و بڑائی مقصود نہ ہو بلکہ محض للہ احقاق حق مطلوب ہو۔

فرمایا:۔ مقدمات میں لوگوں کو کئی سہارے ہوتے ہیں۔ کوئی کہتا ہے۔ ہمارا مجسٹریٹ ہے۔ کوئی کہتا ہے ہمارا وکیل ہے۔ مگر اللہ کی معیت ان کے ساتھ ہے جو متقی اور محسن ہوں۔

۱۱ جولائی ۱۹۱۱ء فرمایا:۔ عباسیہ سلطنت ایک وقت بڑے زور پر تھی۔ محمود غزنوی جو بڑا فاتح اور عظیم الشان بادشاہ تھا۔ اُن کی سلطنت کے خلیفہ سے یمین الدولہ کا خطاب موجب عزت و افتخار سمجھا۔ ایک دفعہ خلیفہ بغداد اس پر ناراض ہوا۔ محمود نے لکھ بھیجا کہ میرے پاس اتنے ہزار ہاتھی ہے ہم تو کچھ بھی کر سکتے ہیں۔ جواب میں خلیفہ نے ایک کاغذ پر الم الم لکھ بھیجا محمود کو اللہ نے عقل و فراست بخشی تھی۔ وہ سمجھ گیا کہ اشارہ ہے الم ترکیف فعل ربک باصحٰب الفیل۔ الم یجعل کیدھم فی تضلیل کی طرف۔ پھر جب مسلمانوں میں نافرمانی۔ کاہلی۔ سستی بڑھی۔ دنیا میں منہمک ہو گئے۔ تو باوجودیکہ پانچ لاکھ فوج بغداد کے اندر موجود تھی۔ ہلاکو نے ان کا نام و نشان مٹا دیا اور ہزار کے قریب ایسے لوگ جن پر مدعی سلطنت ہونے کا گمان ہو سکتا تھا۔ زندہ دیوار میں چنوا دیئے گئے پھر ہسپانیہ میں کتنی بڑی زبردست سلطنت تھی۔ مگر جب سستی تکبر۔ برائی اور حرص آئی۔ تو نام و نشان نہ رہا۔ مسلمانوں کی درخواست تھی۔ کہ ہمیں کتابیں تو لیجانے دو۔ انتخاب کی اجازت ہوئی۔ جب تین لاکھ کتابوں کا انتخاب کر کے جہاز میں لاد چکے تو وہ جہاز ڈبو دیا گیا۔

اب مسلمانوں کے سامنے ان باتوں کا ذکر تقریباً ایسا ہے جیسے کسی اندھے کے آگے کسی خوشنما پھول کی تعریف کی جائے۔ ہاں یوں سمجھ میں آ سکتا ہے کہ کوئی تمہیں اپنے گھر سے نکالدے پھر دل پر کیا گذرتی ہے۔ یہ مصیبت کا زمانہ مسلمانوں پر کیوں آیا۔ محض اپنی ہی غفلت و کاہلی اور خدا کے احکام کی نافرمانی سے۔

خدا تمہیں قرآن شریف کا سچا متبع بنائے۔ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا سچا متبع بنائے۔ دُنیا کی ہوا و ہوس تمہیں خدا سے غافل نہ کرے۔ تمہارے دل نرم ہوں اور اس غیظ و غضب سے بچو جو انسان کو اندھا کر کے جہنم میں لے جاتا ہے۔ تمہارے دل گندے نہ ہوں۔ تمہاری زبان پر گندے کلمات نہ آویں۔ تم ایسے نہ بنو کہ تجارت کی شراکت میں حساب کتاب کی پرواہ نہ رکھو۔ یا سود لو۔ اللہ سے ڈرو۔

۲۰ جولائی ۱۹۱۱ء فرمایا۔ حیوٰۃ طیبہ قرآن مجید سے حاصل ہوتی ہے اس لئے اُسے خدا نے رُوح فرمایا ہے۔ اگر تم قرآن مجید پر عمل کرو گے۔ تو ایک زندہ قوم بن جاؤ گے۔ ورنہ مردہ ہو۔

فرمایا ایک شخص عالم فاضل کو کہا گیا کہ قرآن مجید کی مثل ایک سورۃ بنائے۔ اس نے چھ ماہ کی مہلت مانگی اور مقابلہ کے لئے سورۃ اِنَّآ اَعْطَيْنٰكَ الْكَوْثَرَ کو انتخاب کیا۔ چھ ماہ کے بعد دیکھا گیا۔ کہ اپنے اردگرد کاغذوں کے ڈھیر لگائے بیٹھا ہے اور کہتا ہے کہ صرف ایک آیت کا جواب بھی نہیں دے سکا۔

فرمایا۔ میں دیکھتا ہوں۔ آپس میں کینے۔ بغض۔ خود پسندی۔ ناجائز طور سے روپیہ کمانا۔ سستی۔ کاہلی۔ حرص۔ دو شخصوں کو آپس میں لڑو دینا۔ تجارت میں حساب کتاب نہ رکھنا اکثر پایا جاتا ہے۔ تم سب لوگ ایسی بداخلاقیوں سے بچو۔

جن کے گھروں میں ایسی عظیم الشان کتاب موجود ہے۔ ان کے اعمال ایسے خراب ہوں۔ تو افسوس کی بات ہے۔ استغفار۔ لاحول بہت پڑھو۔ اور دعاؤں میں لگے رہو۔ کہ ان فتن سے اس طرح بچ سکو گے

۲۱ جولائی ۱۹۱۱ء عصر کے بعد ایک دوست کو مخاطب کر کے فرمایا:۔

اس وقت مسلمانوں میں مذہب سے ناواقفیت بہت ہے اور اس کا بُرا اثر یہ ہے۔ کہ ہندو جن کا کوئی مذہب نہیں۔ وہ بھی ان پر اعتراض کرتے ہیں۔ میں ایک دفعہ ایک رئیس کا علاج کر رہا تھا جو دربار میں بیٹھے تھے۔ اس نے دوائی پینی تھی۔ میں تاڑ گیا۔ کہ اور لوگ جب یہیں بیٹھے رہیں گے۔ تو مجھے اُٹھنا پڑیگا۔ اس میں ایک مسلمان کی سخت ہتک ہے اس لئے میں نے سوال کیا کہ ہندو کسے کہتے ہیں۔ کہا جو گائے کا گوشت نہ کھائے۔ میں نے کہا کہ اتفاق ہی ایسا ہوا ہے کہ میں گائے کا گوشت نہیں کھاتا۔ تو کیا میں آپ کے خیال میں ہندو ہوں۔ سوچ کر کہنے لگا۔ جو بودی رکھے۔ میں نے ایک سنیاسی کو پیش کر دیا۔ نادم ہو کر کہا۔ جو جنیو پہنتے ہیں۔ ایک سکھ بیٹھا تھا اس سے میں نے پوچھا کیوں صاحب آپ جنیو پہنتے ہیں۔ اُس نے کہا نہیں تب وہ رئیس بولا۔ جو وید مانے۔ ایک جینی بیٹھا تھا۔ میں نے پوچھا یہ ہندو ہے یا نہیں اور یہ دوائی پینے کے وقت بیٹھا رہیگا یا نہیں پھر تناسخ کا فرق بتلایا۔ تو میں نے ایک برہمو کو پیش کر دیا۔ اس پر وہ رئیس کہنے لگا۔ میں خود ہی اُٹھ کر دوسری جگہ دوائی پی لوں گا۔ آپ تکلیف نہ کریں۔

اب غور کرنے کی بات ہے کہ جن لوگوں کا اپنا مذہب ہی کوئی نہیں وہ اسلام پر اعتراض کریں۔ یہ مسلمانوں کے لئے بڑی ہوشیاری کا وقت ہے۔ چاہئے کہ اپنے دین کو مضبوط پکڑیں۔ اور اس سے آگاہی حاصل کریں۔

(۱) پانچ وقت نماز باجماعت ادا کریں۔

(۲) قرآن کو ترجمہ کے ساتھ ضرور پڑھو۔

(۳) تکبر۔ بڑائی چھوڑ دو۔

(۴) بُری صحبتوں سے لازمی طور پر کنارہ کش رہو۔

(۵) لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کا ذکر بہت کرتے رہو۔

سرکاری خبریں

مقام لاہور۔ مورخہ ۸ اگست ۱۹۱۱ء

اس بارہ میں اطلاع موصول ہوئی ہے کہ بین الاقوامی میونسپل کانگریس و نمائش اور بین الاقوامی کانگریس درستی سڑک ہائے بمقام شہر شکاگو واقع ممالک متحدہ امریکہ ۸ ار لغایت ۳۰ ستمبر آئندہ تک بسرپرستی انجمن تجارت منعقد ہوگی (انجمن) مذکور کی خواہش ہے کہ جملہ ایسے شہروں کے باشندے کانگریس مذکور میں شامل ہوں جو امور ذیل مثلاً چارٹر ہائے یا طریق گورنمنٹ و میونسپل جسلیات و باغات و تفریح گاہوں و صحت و حفظان صحت و خیرات و اصلاح و محصول و ہوم رول و مدارس و پولیس و آتش و کتب خانہ جات کے متعلق روشن خیالات رکھتے ہیں۔ مزید برآں یہ خواہش ہے۔ کہ ہر ایک شہر کی طرف سے ایک قائمقام ہو اور بذریعہ نقشہ جات یا چارٹ ہائے یا فوٹو گراف ہائے یا خاکہ جات انجمن مذکور کی امداد کی جائے۔ بین الاقوامی میونسپل کانگریس میں شہرہ آفاق اور مشہور قابلیت کے ماہرین کی موجودگی سے اقوام و شہروں کے مابین مقابلہ کرنے میں آسانی ہو جائیگی اور اس طرح بعض اصحاب کو امداد دینے اور دوسروں کو واقفیت حاصل کرنے کا موقع مل جائیگا۔ انجمن تجارت شکاگو کی طرف سے میونسپلٹی ہائے کو براہ راست کسی مابعد تاریخ پر باضابطہ طور پر مدعو کیا جائے گا۔

لاہور
مورخہ ۹ اگست ۱۹۱۱ء

دستخط۔ گل محمد
نائب میر منشی گورنمنٹ پنجاب

قائمقام جناب نواب لفٹنٹ گورنر بہادر نے اُس ناگوار و اشتعال انگیز لہجہ کو فکر مندی (کی نظر) سے دیکھا ہے۔ جو کچھ عرصہ سے ورنیکلر پریس کے ایک حصہ کی تحریروں میں قومی و مذہبی سوالات کی بحث کے متعلق نمایاں رہا ہے (ان تحریروں کی) زبان غیر معتدل و اہانت آمیز اور بعض حالتوں میں فحش رہی ہے۔ حال میں (منجانب گورنمنٹ) ایک ہندو اور ایک مسلمان اخبار سے ضمانت طلب کرنے اور دوسروں کو متنبہ کرنے کی بابت جو کارروائی کی گئی ہے۔ وہ اسی خواہش پر مبنی تھی۔ کہ اس مضرت کو آگے بڑھنے سے روکا جائے۔ (پس) قائمقام جناب نواب لفٹنٹ گورنر بہادر اُن تمام اشخاص سے جو بذریعہ تحریر یا تقریر پبلک رائے کی رہنمائی کرنی چاہتے ہیں ایک مخلصانہ اپیل کریں گے کہ وہ اپنی ذمہ داری کو پہچانیں اور کسی ایسی بات سے محترز رہیں جس سے پنجاب میں ان مختلف مذاہب کے پیروؤں میں جو پنجاب میں ملے جلے رہتے ہیں بد مزگی بڑھنے کا کچھ احتمال ہو۔

انگلستان کی پولیٹیکل زندگی میں انقلاب عظیمہ

ناظرین الحکم جو مذہبی مذاق رکھتے ہیں۔ وہ غالباً حیران ہونگے کہ مندرجہ بالا عنوان سے لکھے ہوئے مضمون کو ان کے مذہبی مذاق سے کیا تعلق ہے؟ مگر ان کی حیرانی جلد ہی دور ہو جائے گی۔ جب اُنہیں معلوم ہوگا کہ اس انقلاب عظیم میں اصول اسلام کی فتح کے آثار نظر آتے ہیں۔ اور محض اسی ایک غرض سے میں نے اس انقلاب کا ذکر کرنا پسند کیا ہے۔

الحکم کی کسی گذشتہ اشاعت میں میں نے ظاہر کیا تھا کہ کثرت رائے کا مسئلہ مغرب میں حل ہو گیا اور آئرش بل۔ پی کے تازہ فیصلہ کا ذکر کر کے بتایا تھا کہ عملی طور پر ان لوگوں نے دکھا دیا ہے کہ

کثرت رائے دراصل کوئی چیز نہیں

مجازی (کثرت رائے) اگر حق کے خلاف ہو تو کبھی تسلیم نہیں ہونی چاہئے مگر چونکہ آجکل جو کانفرنسوں اور کانگریسوں اور کمیٹیوں کا زمانہ سمجھا جاتا ہے اس میں

کثرت رائے ہی حکمران ہے!

میں کمیٹیوں اور کانفرنسوں کے اس بڑھتے ہوئے مذاق کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے وجود پر ہمیشہ دلیل سمجھا کرتا ہوں۔ اور وہ اس کی توجیہ کے ماتحت حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اس کلام کا ایک نمونہ قرار دیا کرتا ہوں۔ جو قومی وحدت کا اور اتحاد کا آپ کرنا چاہتے تھے۔ گویا اس مذاق نے بتا دیا کہ اس وقت ضرورت ہے کہ دُنیا ایک ہاتھ پر جمع ہو۔ اور چونکہ یہ ساتواں ہزار

عظیم الشان جمعہ ہے۔

اس لئے ضروری تھا کہ ارہاص کے طور پر مختلف رنگوں میں جماعتیں قائم ہوں۔ یہ مضمون بہت باریک اور عمیق فلسفہ اجتماع کی طرف جا رہا ہے۔ اور مجھے لے جانا چاہتا ہے۔ مگر میں اصل مطلب کی طرف آتا ہوں۔ غرض چونکہ یہ اجتماع کے ایام ہیں۔ اور ان کی ابتداء مجلسوں اور کمیٹیوں کے قیام سے ہوئی۔ حکومت میں بھی وہی کانسٹی ٹیوشنل رنگ پیدا ہو گیا۔ جو کام خواہ وہ دینی ہو یا دُنیوی کونسٹی ٹیوشنل رنگ رکھیگا اسے پبلک آراء کے ماتحت رکھنا لازمی ہوگا یا اس کی ہیئت تبدیل کرنا پڑیگی۔ اسی بنا پر انگلستان میں

غریبوں اور امیروں کی جنگ ہوئی۔

جنگ سے مراد توپ و تفنگ کا استعمال نہیں۔ بلکہ تقریری اور تحریری لڑائی مراد ہے۔ کیونکہ یہ زمانہ قلم کا اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانہ کا نشان تھا کہ

جنگ اٹھا دی جائیگی

چنانچہ دنیا کی تمام سلطنتیں باوجود اپنے ملکی مصالح کے لحاظ سے جنگی سامان بڑھانے کے

امن پرور ہونا پسند کرتی ہیں۔

اور ہمارا سابق قیصر ہند تو دُنیا کا سب سے بڑا صلح جو قیصر تھا۔ اور اب بھی

امن کو جنگ پر ترجیح ہے۔

یہ ہمارے آقا اور امام حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی قوت قدسی کا طفیل ہے کہ خواہ اسباب کچھ بھی ہوں۔ دُنیا سے جنگ موقوف ہو گئی اور اس طرح پر سب کو بالاتفاق تسلیم کرنا پڑا۔ کہ

وہ شہزادہ امن تھا

اور چونکہ خدا تعالیٰ نے اسے **سلطان القلم** بنایا اور اب تلوار کی جگہ دنیا پر قلم کے ذریعہ حکومت ہو رہی ہے اور یا اس کے اثر کے ماتحت تقریر بازی اپنا کام کر رہی ہے۔ اس لئے انگلستان میں امیروں اور غریبوں کی جنگ میں لوہے کے آلہ ہائے حرب کے بجائے

قلم اور زبان کام کر رہی ہے

ہمارے ناظرین میں بہت تھوڑے لوگ ہوں گے جو انگلستان کے طریقہ حکومت سے واقف ہوں۔ اس لئے مختصر الفاظ میں انہیں یاد رکھنا چاہیئے کہ انگلستان کی حکومت میں دو جماعتوں کا دخل ہے جس کو صفائی بیان کے لئے ہم یوں کہہ سکتے ہیں کہ وہاں دو انجمنیں کام کرتی ہیں۔ ایک کا نام **دیوان عام** اور دوسرے کا نام دیوان خاص ہے۔ **دیوان عام** میں وہ لوگ ممبر ہوتے ہیں۔ جن کو عام لوگ اپنے قائمقام کی حیثیت سے منتخب کرتے ہیں۔ یہ لوگ عوام کے قائمقام ہوتے ہیں اور دیوان خاص میں وہ لوگ ہوتے ہیں۔ جو خاندانی امیر کبیر اور امراء کے قائمقام ہوتے ہیں۔

دیوان عام ملک کے لئے قانون بناتا ہے اور دیوان خاص اسے منظور یا نامنظور کرتا ہے۔

چونکہ بادشاہ تک کسی قانون کے پہنچنے سے پہلے دیوان عام کے وضع کردہ قوانین کی قسمت دیوان خاص یا (ہوس آف لارڈز) کے ہاتھ میں ہے۔ اور اسے اختیار ہے کہ وہ چاہے تو دیوان عام کے کسی قانون کو نامنظور کر دے اس لئے دیوان عام یہ تجویز کر رہا ہے۔ کہ دیوان خاص کے اختیارات کو اعتدال پر لایا جا دے اور اس کی ضرورت پارلیمنٹ بل سے پیش آئی جس کو دیوان خاص نے چند ترمیموں کے ساتھ واپس کر دیا تھا۔ دیوان عام نے ان ترمیموں کا بڑے زور سے انکار کیا اور

اس پر جنگ چھڑ گئی

اب جبکہ دونوں مجلسوں میں اختلاف پیدا ہوا۔ تو دیوان عام نے دیوان خاص کو سرکاری طور پر لکھ دیا ہے کہ دیوان عام ضرور تاً بادشاہ کو جو سب حکمران ہے اور کسی قانون کا نفاذ نہیں ہو سکتا۔ جب تک اس کے دستخط نہ ہوں یہ مشورہ دیگا۔ کہ وہ اپنے شاہی استحقاق کی رو سے پارلیمنٹ بل کو قانون کی حیثیت عطا کریں۔ بادشاہ نے دیوان عام کی اس رائے سے اتفاق کر لیا ہے۔ کیونکہ دیوان عام انگلستان کی

پبلک آواز ہے۔

اس مباحثہ نے طول کھینچا اور ہر دو فریق کی طرف سے دھواں دھار تقریریں ہوئیں اور دیوان خاص کے زور کو توڑنے کے لئے یہ بھی تجویز ہوئی تھی کہ لارڈز کی تعداد میں اضافہ کیا جاوے اور نئے لارڈز بنوا دیئے جاویں غرض اس ساری بحث کا نتیجہ نکلا۔ کہ

پارلیمنٹ بل پاس ہو گیا اور امراء کا زور گھٹ گیا

بلکہ دوسرے الفاظ میں یوں کہنا چاہیئے کہ دیوان خاص عملی طور پر مردہ ہو گیا اور انگلستان کی پولیٹیکل زندگی میں ایک نیا دور شروع ہوا۔

یہ ہے پبلک رائے کی قدر جس ملک کے آئین اور حکمران قوم اپنے کام میں اسوہ بنانا چاہتے ہیں وہ خود رفتہ رفتہ اسلام ہی کے اصولوں کی طرف آ رہے ہیں پبلک رائے دبائی جا سکتی ہے۔ مگر اس کے دبانے کے نتائج کبھی خوش آئند نہیں ہو سکتے۔ آخر وہ اپنا اثر کئے بغیر نہیں رہتی کیونکر صداقت میں ناقابل مغلوب قوت ہے

یہی وجہ ہے۔ کہ انگلستان کے امیروں کے مقابلہ میں
غریبوں کی فتح ہوئی

مختصر نوٹ

ثنائی ہرزہ درائی

رسالہ احمدی جو مشہور اہل قلم میر قاسم علی صاحب ایڈیٹر الحق کی ادارت میں شائع ہوتا ہے۔ مخالفین سلسلہ کے خوب دانت توڑ رہا ہے۔ ان کے حوصلے پست اور ہمتیں ٹوٹ چلی ہیں۔ ان مخالفین کا گرو گھنٹال امرتسری منکر احمدی کے حملوں کی تاب نہ لا کر چلا اٹھا ہے۔ حال میں جو نمبر شائع ہوا ہے جو اگست اور ستمبر کا مجموعہ ہے۔ اس میں ثنائی ہرزہ سرائی کی حقیقت کو کھولا گیا ہے اور ثنائی بدزبانی کا جواب صدائے گنبد کے موافق ایسا دیا ہے۔ کہ اگر اس میں غیرت اور حمیت ہو تو آئندہ اس بدزبانی سے توبہ کرے۔

ایسے رسالہ کی فی الواقع ضرورت ہے اور مخالفین جو تہذیب اور متانت سے گر کر حملے کرتے ہیں۔ ان کے دندان شکن جواب احمدی ہی نے دیئے ہیں۔ اگرچہ کہا جاتا ہے کہ جب کتا کسی کو کاٹے تو کتے کو دانشمند کاٹ نہیں کھاتا۔ مگر یہ تو ہو سکتا ہے کہ کتے کو ڈنڈے سے درست کیا جاوے امید ہے مخالفین آئندہ توبہ کر لیں گے۔

پنجاب گورنمنٹ اور اخبارات

قائمقام لفٹنٹ گورنر پنجاب نے جو رائے بعض اخبارات رائے کے رویہ کے اعتدال پر لانے کے متعلق پریس کمیونک کے ذریعہ ظاہر کی ہے۔ وہ کسی دوسری جگہ درج ہے اس میں کوئی کلام نہیں کہ بعض اخبارات کا رویہ اس قابل تھا کہ اس کی اصلاح ہوتی مگر قابل غور امر یہ ضرور تھا کہ الحق کی ضمانت لینے کے متعلق جو کارروائی ہوئی ہے۔ اس میں اس امر کو کہاں تک مدنظر رکھا گیا ہے۔ کہ آیا اس کے مضامین زیر ضمانت ڈیفنسو تھے یا آفینسو؟ اور دفاعی ہونے کی وجہ سے وہ امن کے موید تھے یا نقص امن کے محرک۔ اب سر لوئی ڈین کی گورنمنٹ سے ہمارا توقع کر لینا بے معنی نہیں ہے کہ وہ ضرور اس **ضمانت** کے سوال پر غور کرے گی کیونکہ سر لوئی ڈین کی گورنمنٹ نے اپنی بیدار مغزی اور علو ہمتی سے سب کو اپنا ممنون بنا رکھا ہے۔ میری عاقبت میں اگر ایڈیٹر صاحب الحق خود جا کر سر لوئی ڈین کے حضور اپنے عذرات پیش کریں۔ تو سر لوئی ڈین کی گورنمنٹ انہیں ایسی جرأت دینے میں فیاضی سے کام لیگی۔ مسلم پریس کو اس وقت پوری توجہ سے کام لینا چاہیئے اور مسلمانوں کا فرض ہے کہ فدائے قوم الحق کی خصوصیت سے اعانت کریں۔ جو اس کڑے امتحان میں ثابت قدم ثابت ہوا ہے۔ یہ محض خدا کے فضل کی بات ہے ورنہ بڑے بڑے پرانے اخبارات اس امتحان میں اکھڑ گئے۔

مکتی فوج کے کارنامے

اخبار وکیل نے مکتی فوج کے کارناموں پر لکھتے ہوئے ظاہر کیا ہے کہ:-

"اس کے مقابلہ میں ہم اپنے قومی شہیدوں کے کارنامے اور قومی انجمنوں کا رجسٹر دیکھتے ہیں۔ تو وہاں صفر نظر آتا ہے"!

مکتی فوج جن ذریعوں سے دین عیسویت کی اشاعت کر رہی ہے۔ وہ ہماری انجمنوں کے لئے **قابل غور** ہے۔ دستکاری اور صنعت کے رنگ میں اور جرائم پیشہ اقوام کی اصلاح کے خیال سے ایک بہت بڑا حصہ ہندوستان و پنجاب کی آبادی کا ان کے ہاتھ میں جا چکا ہے۔ اور وہ کوشش کر رہے ہیں۔ کہ وہ حصہ مخلوق جس کو ہندوؤں اور مسلمانوں نے ناکارہ سمجھ کر الگ کر دیا ہے یعنی **ادنیٰ اقوام** انہیں وہ اٹھا کر گلے سے لگائیں اور ابھاریں۔ مکتی فوج نے جب جرائم پیشہ اقوام کی اصلاح کی خیال سے بیرنے وغیرہ اقوام میں کام کرنا شروع کیا تو ہم نے اپنی کمزور آواز کو اٹھایا اور آگاہ کیا کہ ابھی وقت ہے اٹھو اور ہمت کرکے اپنے مسلمان بھائیوں کو ہاتھ سے نہ جانے دو۔ لیکن کسی نے پرواہ نہ کی۔ ابھی وقت ہے اور ضرورت ہے کہ

واعظین ان میں بھیجے جاویں۔

اور عیسوی اثر کو متعدی نہ ہونے دیا جاوے کیا مسلمانوں کی انجمنیں اس پر توجہ کر سکتی ہیں؟ جواب وقت دیگا کہ نہیں! انا للہ وانا الیہ راجعون۔

تعطیل جمعہ کا میموریل

تعطیل جمعہ کی تحریک کی ملک کے تمام مسلمان اخبارات اور قریباً کل انجمنوں نے تائید کی ہے۔ اور اگر بعض نے میموریل کے ارسال کرنے کے وقت یا نوعیت پر کوئی رائے زنی کرکے ترمیم کرنی چاہی ہے۔ تو اسے ہم ناپسند نہیں کرتے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنے وقت پر اور اب حضرت خلیفۃ المسیح رضی اللہ عنہ نے اس امر کا اعلان کر دیا تھا کہ اگر کوئی اور شخص اس کام کو کرنا چاہے۔ تو بڑی خوشی سے ہم اس کے ساتھ ہونے کو تیار ہیں۔ بہر حال یہ نہایت خوش کن بات ہے۔ کہ مسلمان اپنی ضروریات دین کو سمجھنے لگے ہیں۔ بعض نادانوں نے احمدی اور غیر احمدی کے سوال کو اس مبارک تحریک کی راہ میں روک بنانا چاہا ہے مگر وہ اتنا نہیں سمجھتے کہ **فرضیت جمعہ** میں کسی کو کیا کلام ہے یہ تو مسلمانوں کا ایک مشترکہ **اصول مذہب** ہے اور اس کی تائید کرنا ہر شخص کا فرض ہے اس کے ساتھ ہی اگر ملک کے امن پسند اور نیک دل لوگ جو ہندو مسلمانوں میں اتحاد اور اتفاق کے خواہشمند ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی اس تحریک پر بھی توجہ کریں جو آپ نے مناظرات مذہبی کی اصلاح اور تعزیرات ہند کی دفعہ ۲۹۸ کی توسیع کے متعلق تھی تو کیا عجب کہ اب وہ تحریک بھی بار ور ہو۔ اس لئے میں حضرت خلیفۃ المسیح رضی اللہ عنہ سے استدعا کرتا ہوں کہ

وہ اس تحریک کی تجدید فرما دیں

اس تحریک کے عملی صورت میں آنے سے گورنمنٹ اور اہل ملک کی بہت بڑی خدمت ہوگی۔ اور جب صرف حقائق مذہب کی اشاعت پر زور ہوگا تو

یقیناً اسلام کی فتح ہوگی

گوکھلے کا مسودہ تعلیم جبری

مسٹر گوکھلے مشہور پولیٹیکل سیاسی ہیں اور خادمان ہند کے مدرسہ کے محرک۔ اور گورنر۔ انہوں نے لازمی تعلیم

کا ایک قانون پاس کرانا چاہتا ہے۔ ہندو اخبارات بڑے جوش اور زور کے ساتھ اس کی تائید کر رہے ہیں اور مسلمان اخبارات میں بہ استثنائے بعض مخالفت ہو رہی ہے۔ جن اخبارات نے اس بل کی تائید کی ہے۔ ان کا لیڈر اوبزرور اور زمیندار اور الاسلام۔ صدائے ہند کے علاوہ کامریڈ اور محمڈن مدراس اس کے ہم نوا ہیں۔ اس کے علاوہ باقی محمڈن کمیونٹی کا اہل الرائے طبقہ اور مسلم پریس اس کا مخالف ہے۔ ہماری جماعت کی طرف سے کوئی رائے ابھی تک اس بل کے متعلق میری نظر سے نہیں گذری۔

میں انشاء اللہ العزیز اگلی اشاعت میں ایک مستقل آرٹیکل میں اس بل کے متعلق اپنی رائے ظاہر کرونگا۔ اتنا میں کہنے سے متردد نہیں ہوں کہ یہ امر سمجھ میں کسیقدر مشکل سے آتا ہے کہ یہ بل سراسر مسلمانوں کے لئے مضر ہو ممکن نہیں۔ یقیناً ہم کہہ سکتے ہیں کہ مسٹر گوکھلے نے اس قانون میں اپنے قومی مفاد اور اغراض کو مدنظر رکھا ہے۔ لیکن کیا مسلمانوں میں ابھی ایسے اہل الرائے پیدا نہیں ہوئے۔ جو مناسب اصلاحوں اور ترمیموں کے بعد اس بل کو اپنے مفید مطلب بنا سکیں۔ اگر گوکھلے نے اس بل کے ذریعہ مسلمانوں کے مفاد کو نقصان پہنچانا مدنظر رکھا ہے۔ تو تم اپنے آپ کو اس کے مضر بہنوت سے بچانے کی کوشش کرو۔ بہرحال میں اپنی رائے کے موافق اس بل کے مفید اور مضر پہلوؤں پر انشاءاللہ آئندہ بحث کروں گا۔

مولوی نذیر حسین دہلوی کی لائف

الحکم کی کسی گزشتہ اشاعت میں مولوی نذیر حسین دہلوی کی اس لائف کے جو ان کے کسی شاگرد رشید نے لکھی ہے ایک نوٹ لکھا گیا تھا جس پر دہلوی محدث کے طرفداروں میں ایک شور مچ گیا۔ بجائے اس کے کہ سعادت مندی کے ساتھ مولوی نذیر حسین صاحب کی ایک بشری کمزوری کا اعتراف کر لیا جاتا۔ گالیوں پر اتر آئے۔ ان میں سے ایک صاحب "محمد حسین دہلوی" (اگر میں غلطی نہیں کرتا تو غالباً مولوی محمد حسین کوئلہ والے ہیں) نے یہ بھی لکھ دیا کہ حضرت خلیفۃ المسیح رض کے مولوی نذیر حسین مرشد اور استاد ہیں۔ اس لئے عقلاً و نقلاً و عرفاً مجھے ان کے خلاف نہیں لکھنا چاہئے تھا۔

میں حیران ہوں کہ دہلوی کوئلہ فروش کو یہ کہاں سے معلوم ہوا کہ سید نذیر حسین صاحب حضرت خلیفۃ المسیح رض کے استاد اور مرشد ہیں۔ ان کی ساری سوانح عمری میں تو اس کا ذکر نہیں اور نہ فہرست تلامذہ میں آپ کا نام۔ اگر آپ کے پاس کوئی خاص ثبوت ہے تو پیش کریں۔ ہاں ایک بات ضرور ہے کہ سید نذیر حسین صاحب نے ہمارے آقا و مولیٰ امام علیہ السلام کا نکاح ضرور پڑھا تھا۔ جب حضرت مسیح موعود دہلی بغرض نکاح تشریف لے گئے تھے اور غالباً دو روپیہ نکاح خوانی کے بھی دیئے گئے تھے۔ ہم مولوی نذیر حسین صاحب کی بہت سی خوبیوں کے معترف ہیں انہوں نے حدیث شریف کی بڑی اشاعت بذریعہ تعلیم کی ہے اگرچہ یہ سچ ہے کہ وہ دقیقہ رس اور نازک فہم نہ تھے اور اظہار حق کے لئے بڑی قوت قلب رکھتے تھے ورنہ وہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مقابلہ میں تقویٰ اللہ سے کام لیتے۔ حضرت خلیفۃ المسیح رض نے ان سے ایک لفظ بھی نہیں پڑھا اور غالباً مصلحت الٰہی اس میں یہ تھی۔ کہ آپ چونکہ ایک قوم کے امام ہونے والے تھے۔ اگر آپ نے ان سے کچھ پڑھا ہوتا تو کم حوصلہ لوگ ان سے اس وقت جبکہ حضرت خلیفۃ المسیح رض نے حضرت مسیح موعود ع کو قبول کیا ضرور عاق نامہ لکھواتے۔

ہاں ایک بات ضرور ہے اور ہم اسے تسلیم کرتے ہیں۔ مگر افسوس ہے کہ مولوی نذیر حسین صاحب کے لائف نویس نے اس واقعہ کا ذکر نہیں کیا اور وہ یہ ہے کہ ایک مرتبہ حضرت خلیفۃ المسیح رض دہلی گئے اور سید صاحب کے پاس ٹھہرے۔ حضرت خلیفۃ المسیح رض نے آپ سے اس حدیث کا مطلب پوچھا کہ گرگٹ کو مارنا چاہئے۔ کیونکہ وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی آگ میں پھونکیں مارتا تھا۔ آپ نے سوال کیا کہ یہ گرگٹ جو اب موجود ہیں ان کا کیا قصور۔ اس کا جواب مولوی نذیر حسین صاحب نے تو کچھ نہ دیا۔ بلکہ یہ کہا کہ یہ اعتراضات اس زمانہ میں پیدا ہوئے ہیں۔ آپ ہی اس کا جواب دیں۔ گویا حق بحقدار رسید۔ دہلوی محدث نے تسلیم کر لیا۔ کہ اس زمانے کے اعتراضات کا جواب دینے کی قابلیت آپ ہی کو دی گئی ہے اور ایک صحیح بخاری [illegible] اس واقع سے حضرت خلیفۃ المسیح رض کا جو مقام اور مرتبہ ثابت ہوتا ہے۔ وہ ظاہر ہے اس پر بھی اگر کوئی نادان نہ سمجھے۔ تو اس کا خدا حافظ۔ دیکھیں۔ دہلوی کوئلہ فروش اپنے بیان کو کس طرح ثابت کرتے ہیں۔

خواجہ صاحب اور غیر احمدی

یہ امر ناظرین الحکم سے مخفی نہیں۔ کہ جب خواجہ صاحب نے پیسہ اخبار اور المنیر جھنگ میں غیر احمدیوں کے متعلق ایک مضمون اور فتویٰ لکھا ہے اس وقت سے احمدی جماعت اور غیر احمدی لوگوں میں اس بحث کے متعلق دلچسپی اور جوش پیدا ہو گیا۔ سب سے پہلے ایڈیٹر الحکم نے یہ ظاہر کرنا ضروری سمجھا کہ اس قسم کے معاملہ پر فتویٰ دینے کا حق کسی شخص کو حاصل نہیں اور

یہ صرف خلیفۃ المسیح رض کا کام ہے

جو قوم کا امام ہے اور تقویٰ اللہ اور علم صحیح اور جماعت کی ضرورتوں کے پورے علم میں ممتاز ہے۔ اس آواز کو اگرچہ تفرقہ پیدا کرنے والی آواز سمجھا گیا۔ مگر اس کے تھوڑے ہی دنوں بعد قوم نے اس احساس کا ثبوت دیا کہ فی الواقعہ ایک ایسی قوم کے کسی فرد کو (جو اپنا امام اور پیشوا رکھتی ہو اور حقیقی معنوں میں اہل سنت والجماعت ہو) کوئی حق نہیں کہ فتویٰ دے۔ اس سوال کی اہمیت اور دلچسپی کے پیدا ہونے پر حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب نے اپنے رسالہ تشحیذ الاذہان میں ایک بردست مضمون فیصلہ کن لکھا جس کو حضرت خلیفۃ المسیح رض مدظلہ کی پسندیدگی کے بعد شائع کیا گیا۔ اس کے بعد غیر احمدی لوگوں میں ایک جنبش پیدا ہوئی اور انہوں نے خواجہ صاحب کو اپنی پوزیشن صاف کرنے کے لئے مختلف قسم کے استفسار کرنے شروع کئے اور اس بحث نے یہاں تک طول کھینچا کہ لاہور کے بعض ناعاقبت اندیش لوگوں نے اسی سوال کی وجہ سے خواجہ صاحب کے ایک پبلک لیکچر کو جو غیر احمدی لوگوں میں ہونے والا تھا روک دیا۔ اور ایک طوفان بے تمیزی پیدا کر دیا۔ مگر لاہور کی آزاد خیال پبلک پر افسوس ہے۔ جو ایک طرف تو احمدی اور غیر احمدی کے سوال سے ناراضی کا اظہار کرتی ہے اور اس کو وسعت حوصلہ اور آزاد خیالی کے خلاف بتاتی ہے۔ دوسری طرف اس سے اتنا نہیں ہو سکا کہ وہ اس حرکت پر اظہار افسوس کرتی۔

میری دانست میں اس سوال کے ذریعہ سب سے زیادہ غلط فہمی بڑھانے والے ہمارے غیر احمدی مسلمان بھائی ہیں۔ وہ آئے دن کوئی نہ کوئی نیا شاخسانہ نکال دیتے ہیں جس کے لئے سلسلہ کے اخبارات کو ان کی ان غلط بیانیوں کی تردید کرنی پڑتی ہے۔ اس کی تازہ نظیر روزانہ پیسہ اخبار کا وہ نوٹ ہے۔ جو اس نے ۱۲ اگست سنہ ۱۹۱۱ء کی اشاعت میں شائع کیا ہے جس میں خواجہ صاحب کی طرف منسوب کر کے یہ ظاہر کیا گیا ہے کہ وہ رسالہ تشحیذ الاذہان قادیان کے نوجوان اور **ناتجربہ کار** ایڈیٹر کے اس قول سے متفق نہیں کہ احمدی لوگ سب مسلمانوں کو کافر سمجھتے ہیں جو مرزا غلام احمد صاحب کی نبوت یا مجددیت کے قائل نہیں۔ اور پھر آخر میں پیسہ اخبار کہتا ہے کہ "امید ہے کہ خواجہ صاحب نے انجمن کی اتفاق رائے سے اس امر کا اعلان کیا ہوگا"

اس نوٹ سے پیسہ اخبار کی غرض بجز اس کے اور کچھ نہیں کہ وہ احمدی جماعت کے کارکنوں میں تفرقہ اور فساد پیدا کرے۔ مگر پیسہ اخبار اور اس کے امثال اس بیہودہ آرزو میں خدا کے فضل سے کامیاب نہیں ہو سکتے۔

کوئی شخص جس کے سر میں دماغ اور دماغ میں عقل ہو ایک منٹ کے لئے بھی یہ گمان نہیں کر سکتا کہ خواجہ صاحب یا کوئی احمدی حضرت صاحبزادہ صاحب کے متعلق ایسے رکیک اور دور از ادب خیالات ظاہر کرے۔ اور انہیں ناتجربہ کار کہے اول تو اس لئے کہ صاحبزادہ صاحب نے جو کچھ لکھا۔ قطع نظر اس کے کہ وہ کیا ہے کیا نہیں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تحریروں کے حوالے سے لکھا اور پھر حضرت خلیفۃ المسیح مدظلہ العالی نے اس کی تصدیق فرمائی۔ دوم صاحبزادہ صاحب اس میں شک نہیں کہ زمانہ سازیوں اور پیچدار باتوں سے محض ناآشنا اور ناواقف ہیں اور یہ ان کی ذات کے لئے فخر ہے کہ وہ ایک صادق مسلمان کی طرح اس زمانہ کے پولیٹیشن لوگوں کی طرح نہیں۔ مگر اس میں کچھ بھی کلام نہیں کہ وہ اپنے ایمانی نور اور معرفت ربانی کی وجہ سے ایسا تجربہ اور علم رکھتے ہیں۔ کہ حضرت خلیفۃ المسیح نے آپ کو سلسلہ عالیہ احمدیہ کی کارکن کمیٹی (صدر انجمن احمدیہ) کا ممبر مجلس تجویز کیا اور انجمن نے ان کی دینی قابلیت اور مذہبی حیثیت اور غیرت اور کام کرنے والی سپرٹ کو دیکھ کر

مدرسہ احمدیہ کا افسر اعلیٰ مقرر کیا

اور پھر حضرت خلیفۃ المسیح مدظلہ العالی نے اپنی علالت کے ایام میں ان کے تقویٰ اور طہارت کو دیکھ کر امام مقرر کیا۔ اگر اس پوزیشن کا انسان ناتجربہ کار کہلا سکتا ہے تو

ایسے ناتجربہ کاروں پر ہمارا جان و مال نثار

غرض ایک احمدی کبھی یقین نہیں کر سکتا کہ خواجہ صاحب اس قسم کے الفاظ بولیں۔ یہ محض خواجہ صاحب پر افترا ہے۔

اس قسم کی تحریریں احمدی قوم کو بدنام کرنے کے لئے شائع کی جاتی ہیں اس لئے احمدی احباب ایسی تحریروں کو ہرگز وقعت نہ دیں اور انہیں محض لغو سمجھیں۔

خواجہ صاحب سے جن احباب نے اس مسئلہ پر تبادلہ خیالات کیا ہے انہوں نے صاف صاف ظاہر کیا ہے کہ خواجہ صاحب نے اپنا جو مذہب ظاہر کیا ہے وہ وہی ہے جو دوسرے احمدی رکھتے ہیں۔ انہوں نے کھلے الفاظ میں کہا ہے کہ

وہ رسمی اور اسمی مسلمان قرار دیتے ہیں

اور تشحیذ کے کسی گزشتہ نمبر میں مکرمی مولوی فضل الدین صاحب نے بھی یہی ظاہر کیا ہے۔ اب ہمارے درمیان کوئی اختلاف باقی نہیں رہ جاتا اور یہ امر تھا بھی ناممکن کہ خواجہ صاحب حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور حضرت خلیفۃ المسیح رض مدظلہ العالی کی کسی تحریر یا تقریر

خلاف کوئی رائے رکھیں۔ اور ایک احمدی ایسے خیالات سے خدا کی پناہ چاہتا ہے۔

یہ صرف مخالفین کی اپنی چالاکی ہے کہ وہ غلط بیانات ہمارے یا ہمارے دوستوں کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ اور پیسہ اخبار کی یہ امید محض کا سوال کی سی نکل رہی ہے کہ انجمن احمدیہ کی اتفاق رائے سے ایسا کہا ہوگا انجمن احمدیہ ایسے لغو اور بے اتفاق رائے کی ضرورت نہیں سمجھتی۔ ہم اس سوال کو ہمیشہ کے لئے فیصلہ شدہ سمجھتے ہیں اور ہمارے موجودہ امام کا طرز عمل بتا رہا ہے۔ اس کے بعد امید ہے پیسہ اخبار یا کوئی اور غیر احمدی اخبار اس قسم کی باتیں غیر ذمہ دار لوگوں کی طرف سے شائع کرنے کی جرات نہ کرے گا۔ اور عنقریب خواجہ صاحب کی کوئی تحریر اس سوال کو انشاء اللہ ہمیشہ کے لئے طے کر دیگی۔

بہر حال پیسہ اخبار کی اس قسم کی بیہودہ اور دور از کار تحریروں کو احمدی احباب قطعاً وقعت نہ دیں۔ اس نے جو کچھ خواجہ صاحب کے خیالات کے متعلق ظاہر کیا ہے۔ وہ محض افترا ہے۔

جو لوگ اس قسم کی تحریروں سے ناراض ہوتے ہیں اور ان کو وسعت حوصلہ کے خلاف بتلاتے ہیں۔ کیوں وہ اخلاقی جرات سے کام لیکر ہم پر کفر کا فتویٰ دینے والے علماء کو تنبیہ نہیں کرتے اور ان سے بیزاری کا اظہار نہیں کرتے

ان سطور کی سیاہی ابھی خشک نہ ہوئی تھی کہ خواجہ صاحب کا وہ اشتہار اتفاقاً میری نظر سے گذرا۔ جو انہوں نے "غیر احمدی مسلمانوں کے متعلق میرا مذہب" کے عنوان سے شائع کیا ہے۔ میں اس امر پر اظہار افسوس سے رک نہیں سکتا کہ خواجہ صاحب نے بلا ضرورت اس سوال کو لاہور کے اسلامیہ سکول میں کسی لیکچر کے اثنا میں چھیڑ دیا۔ جس پر خود انہیں اپنی پوزیشن غیر احمدیوں کے سامنے صاف کرنی پڑی۔ کیونکہ احمدی جماعت کا جو مذہب اس مسئلہ کے متعلق ہے۔ وہ رسالہ تشحیذ الاذہان اور اخبار بدر و الحکم میں بالتفصیل حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تحریروں کی بنا پر شائع ہو چکا ہے اور حضرت خلیفۃ المسیح مدظلہ العالی نے اس کی تائید فرمائی اور ڈاکٹر سید محمد حسین صاحب اسسٹنٹ سرجن کے ایک سوال کے جواب میں صاف فرما دیا تھا کہ

"یہ بات تو بالکل غلط ہے کہ ہمارے اور غیر احمدیوں کے درمیان کوئی فروعی اختلاف ہے۔ کیونکہ جس طرح پر وہ نماز پڑھتے ہیں ہم بھی پڑھتے ہیں۔ اور زکوٰۃ حج اور روزوں کے متعلق ہمارے اور ان کے درمیان کوئی اختلاف نہیں ہے۔ میری سمجھ میں ہمارے **اور ان کے درمیان اصولی فرق ہے** اور یہ کہ ایمان کے لئے یہ ضرور ہے کہ اللہ تعالیٰ پر ایمان ہو۔ اس کے ملائکہ پر کتب سماویہ پر اور رسل پر۔ خیر و شر کے اندازوں پر اور بعث بعد الموت پر۔ اب غور طلب امر یہ ہے کہ ہمارے مخالف بھی مانتے ہیں اور اس کا دعویٰ کرتے ہیں لیکن یہاں سے ہی ہمارا اور **ان کا اختلاف شروع ہو جاتا ہے ایمان بالرسل نہ ہو تو کوئی شخص مومن مسلمان نہیں ہو سکتا**۔ اور اسی ایمان بالرسل میں کوئی تخصیص نہیں بلکہ عام ہے۔ خواہ وہ نبی پہلے آئے یا بعد میں آئے۔ ہندوستان میں ہو یا کسی اور ملک میں **کسی مامور من اللہ کا انکار کفر ہو جاتا ہے** ہمارے مخالف حضرت مرزا صاحب کی ماموریت کے منکر ہیں۔ اب بتلاؤ کہ یہ اختلاف فروعی کیونکر ہوا۔ قرآن مجید میں تو لکھا ہے لا نفرق بین احد من رسلہ۔ لیکن حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے انکار میں تو تفرقہ ہوتا ہے۔ رہی یہ بات کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو قرآن مجید میں خاتم النبیین فرمایا ہے۔ ہم اس پر ایمان لاتے ہیں اور ہمارا یہ مذہب ہے کہ اگر کوئی شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین یقین نہ کرے **بالاتفاق کافر ہے**۔

یہ جدا امر ہے کہ ہم اس کے معنے کیا کرتے ہیں اور ہمارے مخالف کیا۔ اس خاتم النبیین کی بحث کو لا نفرق بین احد من الرسل سے کوئی تعلق نہیں اور وہ ایک الگ امر ہے اس لئے میں تو اپنے **اور غیر احمدیوں کے درمیان اصولی فرق سمجھتا ہوں**"

(البدر ۱۹۱۱ء)

یہ وہ تقریر ہے جو حضرت خلیفۃ المسیح مدظلہ العالی نے ۱۷ فروری کو قبل دوپہر بجواب سوال ڈاکٹر سید محمد حسین شاہ صاحب فرمائی اس میں حضرت خلیفۃ المسیح نے اپنا مذہب متعلق غیر احمدی مسلمانان کھلے الفاظ میں ظاہر کر دیا ہے۔

پھر ایک مرتبہ صاف الفاظ میں یہ سوال آپ سے کیا گیا کہ "(۱) غیر احمدی مسلمان ہم سے پوچھے کہ ہماری بابت تمہارا کیا خیال ہے تو اسے کیا جواب دیا جاوے" فرمایا:۔

لا الہ الا اللہ ماننے کے نیچے خدا کے سارے ماموروں کو ماننے کا حکم آ جاتا ہے۔ اللہ کو ماننے کا یہی مطلب ہے۔ کہ اس کے سارے حکموں کو مانا جاویگا۔ اب سارے ماموروں **کا ماننا لا الہ الا اللہ کے مفہوم میں داخل ہے**۔

حضرت آدم۔ حضرت ابراہیم۔ حضرت موسیٰ۔ حضرت عیسیٰ علیہم السلام ان سب کا ماننا بھی لا الہ الا اللہ کے ماتحت ہے۔ حالانکہ ان کا ذکر اس کلمہ میں نہیں۔ قرآن مجید کا ماننا سیدنا حضرت خاتم النبیین پر ایمان لانا قیامت کا ماننا سب مسلمان جانتے ہیں کہ اس کے مفہوم میں داخل ہے اور یہ جو کہتے ہیں کہ ہم مرزا صاحب کو نیک مانتے ہیں۔ لیکن وہ اپنے دعویٰ میں جھوٹے تھے۔

یہ لوگ بڑے جھوٹے ہیں

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے من اظلم ممن افتری علی اللہ الکذب او کذب بالحق۔ دنیا میں سب سے بڑھ کر ظالم دو ہی ہیں **ایک جو اللہ پر افترا کرے دوم جو حق کی تکذیب کرے۔ پس یہ کہنا مرزا نیک ہے اور دعاوی میں جھوٹا گویا نور و ظلمت کو جمع کرنا ہے۔ جو ناممکن ہے**"

حضرت خلیفۃ المسیح کے یہ ارشادات بالکل صاف ہیں۔ اور ان پر کسی حاشیہ کی قطعاً حاجت نہیں۔ خواجہ صاحب کو ایسی کیا حاجت پڑی ہے کہ وہ خواہ نخواہ اس سوال کو زیادہ پیچیدہ اور حل طلب بناتے جاتے ہیں۔ اگر غیر احمدی مسلمان ہمارے نتیجہ نہ سمجھیں تو ہمیں اس کی پرواہ ہی کیوں ہو۔ حضرت خلیفۃ المسیح فرمایا کرتے ہیں۔ کہ

"مجھے خیال بھی نہیں ہوتا کہ کوئی سنتا ہے یا نہیں۔ میں تو صرف خدا کا کلام سنانا اپنا کام سمجھتا ہوں"

بہر حال اس اشتہار میں اگرچہ صاف نہیں مگر خواجہ صاحب نے اتنا بیان کر دیا ہے کہ

"حضرت مرزا صاحب ہمارے نزدیک مامور من اللہ ہیں۔ تو ان کے مصدق مومن بالمامور کہلائیں گے اور ان کے منکر **کافر بالمامور**"

کافر بالمامور اب لغوی حیثیت سے دیکھے جانے کے قابل کوئی لفظ نہیں بلکہ اس کو ہم نے شرعی اصطلاح میں دیکھنا ہے۔ کہ شریعت اس کے کیا معنی کرتی ہے اور خواجہ صاحب کا بھی وہی مفہوم ہونا چاہیئے نہ کچھ اور کیونکہ حضرت خلیفۃ المسیح نے جو اس کی اشاعت کی اجازت دی ہے تو اسی حیثیت اور مفہوم کے لحاظ سے جو آپ کی مندرجہ بالا تقریروں میں درج ہے۔ نہ کسی اور رنگ میں۔

اب یہ مسئلہ بالکل صاف ہے اور مختصر الفاظ میں ہم اس کو یوں بیان کر سکتے ہیں۔ کہ حضرت مرزا صاحب خدا تعالیٰ کے مامور و مرسل ہیں۔ ان پر ایمان لانا **ایمان بالرسل میں داخل ہے**۔ جب تک کوئی شخص حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر ایمان نہیں لاتا اس وقت تک وہ اس ایمان کا مومن نہیں کہلا سکتا جو **لا نفرق بین احد من رسلہ** میں سکھایا گیا ہے اور حضرت مسیح موعود ہی کا منکر نہیں بلکہ **ایمان بالرسل میں اس آیت کے ماتحت تفرقہ کرتا ہے**۔

"ان الذین یکفرون باللہ ورسلہ ویریدون ان یفرقوا بین اللہ ورسلہ ویقولون نؤمن ببعض ونکفر ببعض ویریدون ان یتخذوا بین ذلک سبیلا اولئک ہم الکافرون حقا واعتدنا للکافرین عذابا مہینا"

ہم کو اخلاقی جرات سے کام لینا چاہیئے اور اپنے مذہب کو چھپانے کی کوشش نہیں کرنی چاہیئے۔ مصلحت وقت کوئی چیز نہیں ہے ہمیں خواہ نخواہ کی ضد اور ہٹ نہیں کہ دوسرے مسلمانوں کو کافر بناتے پھریں اور نہ خدانخواستہ اس میں ہمیں کوئی خوشی ہے۔ لیکن ہم پر افسوس ہوگا کہ دوسرے مسلمان تو ہمارے امام اور خدا کے برگزیدہ مامور و مرسل کو نعوذ باللہ کاذب کہیں اور ہم ان کو مومن حقیقی یقین کریں اس دن کیلئے خدا ہمیں نہ رکھے۔ کہ ہم میں دینی حرارت اور حمیت اس حد تک سلب ہو جاوے۔

ہم تمام ان کاموں میں جو قومی حیثیت سے ہمارا اشتراک چاہتے ہیں۔ شامل ہونا ضروری سمجھتے ہیں۔ اور حضرت امام نے اپنے عمل سے بتا دیا ہے۔ لیکن جہاں مذہبی معتقدات کی بحث آتی ہے وہاں

ہم ان سے الگ رہنا ضروری جانتے ہیں

اور ہمارے مغفور امام علیہ السلام اور موجودہ امام مدظلہ العالی نے جو کچھ خدا تعالیٰ کے اشارہ اور ہدایت کے ماتحت اپنا مذہب ظاہر کر دیا ہے۔ وہی ہمارے لئے سند اور حجت ہے۔ دگر ہیچ۔

محض وجاہت اور امتیاز کوئی چیز نہیں۔ اسلام نے ہمیں یہ نہیں سکھایا کہ زید کے منہ سے جو نکلے وہ درست۔ کیونکہ وہ ایک دولتمند انسان ہے اور بکر کے منہ سے جو نکلے وہ غلط کیونکہ وہ ایک معمولی انسان ہے۔ نہیں بلکہ

اسلام حق کی تعلیم دیتا ہے

خواہ وہ کسی کے منہ سے نکلے۔ پس احمدی جماعت جنہوں نے حق کے لئے قوم سے علیحدہ ہونا اختیار کیا۔ جنہوں نے اپنے مردوں کو مسلمانوں کے قبرستان میں دفن نہ کئے جانے اور قتل کئے جانے کے فتوے سنے۔ وہ کبھی اپنے

اصل مرکز سے نہیں ہٹ سکتے

اس کی ایک ہی صورت ہے کہ

حضرت مسیح موعودؑ کو اپنے دعویٰ میں صادق مان لیا جاوے یا جن لوگوں نے انہیں کافر کہا ان کے کفر کا اعلان کیا جاوے۔

یہی شرط حضرت مسیح موعود نے لکھی ہے اور اسی پر ہمارے امام کا اب عمل ہے۔

اس میں کوئی کلام نہیں کہ بعض لوگوں کو یہ کہکر اکسا دینا آسان ہے کہ میں نعوذ باللہ جماعت میں تفرقہ پیدا کرتا ہوں۔ جس جماعت کو اللہ تعالیٰ نے تفرقہ سے

ایک ہاتھ پر جمع کر کے بچا لیا ہو۔

اس میں تفرقہ کی کوشش لعنتی کوشش ہے اور میں تو خدا تعالیٰ کی پناہ چاہتا ہوں۔ ہاں یہ سچ ہے کہ میں نے اس کو پسند نہیں کیا اور اپنے ایمان اور مذہب کے خلاف سمجھا کہ جو امر ہمارے امام سے ثابت نہیں اور نہ اس کے قائمقام امام نے اسے پیش کیا بلکہ کھلے الفاظ میں ان کی مخالفت ثابت ہے پھر

اسے کیوں پیش کیا جاوے

بہر حال خواجہ صاحب نے غیر احمدی لوگوں کے سامنے اپنی پوزیشن صاف کر دی ہے۔ کہ وہ انہیں

کافر بالمامور یقین کرتے ہیں

اور مامور و مرسل کا کفر جس نتیجہ کا مستحق بناتا ہے۔ وہ ایک ظاہر امر تھا اور ہمارے مخالف بھی جانتے ہیں اور خواجہ صاحب بھی اس سے انکار نہیں کرتے۔ بلکہ ایک خط میں جو اُن کے ایک صادق دوست نے لکھا ہے اور مولوی فضل الدین صاحب نے اس کے مضمون سے آگاہ کیا۔ صاف طور پر اقرار کیا گیا ہے کہ وہ انہیں جہنمی سمجھتے ہیں۔ اب جبکہ یہ سوال حل ہو گیا ہے ہمیں اس پر آئندہ اس وقت تک لکھنے کی ضرورت نہیں جب تک کوئی نیا پہلو نہ پیدا کیا جاوے۔

میں آخر میں پھر کہنا چاہتا ہوں کہ اگر خواجہ صاحب اس مسئلہ کو پبلک ذکر نہ کرتے تو ہمیں ضرورت نہ تھی کہ اس پر بحث کرتے۔ لیکن جبکہ یہ سوال عام طور پر چھیڑ دیا گیا ہے تو میں نے ضروری سمجھا کہ احمدیت کے پہلو سے اس سوال پر روشنی ڈالوں۔ اور خواجہ صاحب کی ذاتی رائے کو احمدی جماعت کی رائے کی غلط فہمی سے بچاؤں۔ کیونکہ احمدی جماعت کی رائے وہی ہو سکتی ہے۔ جو

اس کے امام کی رائے ہے اُس کے آگے سب رائیں ہیچ ہیں۔

مجھے آخر میں یہ بھی ظاہر کر دینا ضروری ہے کہ خواجہ صاحب نے بعض مخالفین کے لئے کافر مرزا لکھا ہے یہ بے معنی لفظ ہے مومن بالمرزا اور کافر بالمرزا کوئی حقیقت نہیں مرزا صاحب پر جو ہم ایمان لائے ہیں۔ تو اُن کی نبوت۔ رسالت اور مسیحیت و مہدویت پر ایمان ہے اور ایسا ہی کفر بالمرزا کا مفہوم یہی ہو سکتا ہے۔ کہ ان کی نبوت۔ مسیحیت مہدویت اور ماموریت کا کفر کیا جاوے۔ ورنہ ان کی شخصیت کو کسی سے کیا تعلق۔ پس اس غلط فہمی میں کوئی نہ رہے۔

ممکن ہے کہ کوئی شخص یہ کہے کہ حضرت خلیفۃ المسیح مدظلہ العالی نے جب اپنی پسندیدگی کا اظہار کیا تو تم اس پر لکھنے والے کون

حضرت خلیفۃ المسیح کی رائے کے خلاف کریں تو کفر سمجھتا ہوں۔ کیونکہ خلافت کو میں خدا تعالیٰ کی طرف سے ہی مانتا چلا آیا ہوں اور الحکم میں متعدد مرتبہ یہ لکھا گیا ہے۔ میں اس کو کسی انسان یا جماعت کی تجویز اور انتخاب نہیں مانتا۔ ہاں یہ جدا امر ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ قلوب کو اس امر پر متفق بھی کر دے۔ جیسا کہ خلافت راشدہ میں واقع ہوا حضرت خلیفۃ المسیح نے جو کچھ اس پر لکھا ہمارا ایمان ہے۔ اور میں یقیناً کہتا ہوں۔ کہ آپ نے اسی حیثیت اور مفہوم کے لحاظ سے لکھا ہے۔ جو آپ کی مندرجہ بالا تقریروں میں ظاہر کیا گیا ہے اور میں اس حکم کے مقابلہ میں متشابہات میں پڑنا یا کسی کو پڑنے دینا گناہ سمجھتا ہوں۔ اور اسی سے بچنے کے لئے یہ آرٹیکل لکھا گیا ہے۔

انما الاعمال بالنیات

سید اکبر علی شاہ انسپکٹر پولیس کی وفات

گورنمنٹ کی توجہ طلب

۲۹۔ اگست ۱۹۱۱ء کو سید اکبر علی شاہ صاحب انسپکٹر پولیس بٹالہ یکایک گھوڑے سے گر کر فوت ہو گئے۔ شاہ صاحب اگرچہ ہمارے سلسلہ میں داخل نہ تھے۔ مگر وہ اپنی خوش اخلاقی۔ دیانت داری اور راستبازی انصاف پسندی کی وجہ سے تمام لوگوں میں نہایت عزت و احترام سے دیکھے جاتے تھے۔ پولیس کے محکمہ میں شاہ صاحب ایسے افسروں کا وجود نایاب سمجھا گیا ہے۔ اس ناگہانی اور جوانمرگی پر ہر شخص افسوس کر رہا ہے۔ شاہ صاحب ایک بڑا کنبہ اور چھوٹے چھوٹے بچے چھوڑ گئے ہیں اور کوئی ایسی جائیداد نہیں چھوڑ گئے جو ان کے بچوں اور کنبہ کی اعانت کر سکے اس لئے گورنمنٹ پنجاب کی خدمت میں یہ درخواست بے موقع نہیں کہ ایسے دیانت دار اور نیک آفیسر کی ناگہانی وفات پر ان کے بچوں اور بیوہ کے لئے ضرور کوئی معقول پنشن مقرر ہونی چاہئے۔ اور کوئی یکمشت عطیہ بھی اس موقعہ پر دینا ضروری ہے۔

مجھے امید ہے کہ ہمارے ضلع کے صاحب سپرنٹنڈنٹ پولیس جو اس وقت ان کے ساتھ سوار تھے اور جن کے سامنے یہ حادثہ وقوع میں آیا۔ ضرور زبردست رپورٹ اس بارے میں لکھیں گے۔

میں آخر میں شاہ صاحب کے ورثاء سے اظہار ہمدردی کرتا ہوں اور دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ انہیں صبر جمیل عطا فرماوے اور مرحوم کو اپنے جوار رحمت میں جگہ دے۔ آمین!

شاہ صاحب کی وفات کے متعلق منشی حسین بخش صاحب نے ایک مراسلہ بھیجا ہے۔ جو اگلی اشاعت میں درج ہو سکے گا۔ منشی حسین بخش صاحب مسلمانان بٹالہ میں ایک روح کام کرنے کی پھونکنا چاہتے ہیں اور اس میں کوئی شبہ نہیں کہ وہ ہر قومی ضرورت پر قدم بڑھاتے ہیں۔ ایسے لوگوں کی کوششیں اگر اللہ تعالیٰ چاہے تو مسلمانوں کے لئے مفید اور بابرکت ہو سکتی ہیں۔

یہ معلوم کر کے خوشی ہوئی۔ کہ کپتان صاحب پولیس پوری ہمدردی کا اظہار کیا ہے ان سے ایسی ہی توقع تھی اور آئندہ ہے۔

ابراہیم سیالکوٹی اور آئینہ نوری

نمبر اول

ابراہیم سیالکوٹی جو کئی مرتبہ سلسلہ عالیہ احمدیہ پر علمی اعتراض کر کے ذلیل ہو چکا ہے۔ اب پھر حضرت خلیفۃ المسیح مدظلہ العالی کی قرآن دانی پر اعتراض کرنے کے لئے اخبار اہلحدیث میں ظاہر ہوا ہے۔ حضرت خلیفۃ المسیح مدظلہ العالی نے جہاں تک اللہ تعالیٰ نے انہیں موقع اور توفیق دی دُنیا میں قرآن مجید پہنچانے کی کوشش کی اور اس وقت تک اُن کی روحانی غذا قرآن مجید کی تبلیغ اور تعلیم ہے۔ اس علالت کے لمبے زمانہ میں کرب اور قلق کی ساعات میں جو چیز آپ کے لئے تسکین بخش تھی وہ قرآن مجید ہے۔

آپ کے بیان اور فہم پر سیالکوٹی کا اعتراض کرنا ہمارے لئے کچھ بھی افسوس اور تعجب کا مقام نہیں۔ کیونکہ جب ہم دیکھتے ہیں کہ قرآن مجید پر باوجود ہدایت۔ شفا اور نور اور قول فصل وما ہو بالہزل ہونے کے اب تک اندھی دُنیا اس پر اعتراض کر رہی ہے۔ اور عیسائی۔ آریہ اور دہریہ وغیرہ لوگ کبھی اس کی فصاحت و بلاغت پر کبھی اس کی تعلیم و ہدایت پر نکتہ چینی کرتے رہتے ہیں۔ تو سیالکوٹی اگر ایک معلم قرآن کی تعلیم اور تدریس اور تفہیم پر اعتراض کرے تو یہ کوئی انوکھی بات نہیں ہو سکتی۔

سیالکوٹی نے **آئینہ نوری** لکھا ہے اس میں دراصل اس نے اپنی شکل و شباہت کو معائنہ کیا ہے۔ کیونکہ یہ سچی بات ہے کہ جو شخص خدا تعالیٰ کے ماموروں اور خلفاء میں کوئی عیب دیکھتا ہے۔ وہ اس کی اپنی ہی حالت کا نقشہ ہوتا ہے۔ حضرت خلیفۃ المسیح نے کبھی اس غرض سے دُنیا کو قرآن نہیں سُنایا کہ لوگ تعریف کریں۔ کہ کیا اچھے حقائق بیان کئے ہیں۔ ان کی غرض

خدا کا کلام سُنانا اور پہنچانا ہے

وہ جو حق سمجھتے ہیں اور جس کو حق سمجھ کر یقین کرتے ہیں اُسے کہہ دیتے ہیں۔ اس کی انہیں پرواہ نہیں کہ لوگ اس پر کیا کہیں گے۔ کیونکہ

ان کا معبود خدا ہے نہ مخلوق

غرض سیالکوٹی کے اعتراضات کو ہم اس سے زیادہ وقعت نہیں دیتے جو آریہ اور یہودی اور مسیحی دہریہ قرآن مجید پر کر رہے ہیں۔ جب خدا تعالیٰ کی مجید اور کامل کتاب ظالموں کے اعتراض سے نہیں بچی تو اس کے ترجمہ پر اعتراض کرنا اور بھی آسان ہے۔ مگر میں محض اس خیال سے کہ قرآن مجید کی شوکت اور عظمت کا اظہار ضروری سمجھتا ہوں کہ سیالکوٹی کی لغویات کی حقیقت کو کھولا جاوے۔ آمین!

مالک یوم الدین — سیالکوٹی کے اعتراضات

سیالکوٹی نے سب سے اول مالک یوم الدین کے معنوں پر جو حضرت خلیفۃ المسیح مدظلہ العالی نے کئے ہیں۔ اعتراض کیا ہے۔ اس لئے ضروری معلوم ہوتا ہے کہ اول حضرت خلیفۃ المسیح کا ترجمہ اور اس پر جو اعتراض سیالکوٹی کرتا ہے۔ اُسے لکھ دیا جاوے اور بعد میں جواب ہو۔

حضرت خلیفۃ المسیح۔ یوم کے معنے وقت۔ دین کے معنے جزا و سزا دُنیا میں بھی جزا و سزا ہوتی ہے۔ پھر حشر میں پھر صراط پر۔ پھر جنت اور نار میں۔ اور ان سب مقاموں اور وقتوں کا اللہ ہی مالک ہے۔

سیالکوٹی۔ ظاہر ہے کہ حکیم صاحب نے اس آیت میں یوم الدین کو عام